

# کشف الأسرار

عمایور والمحدثون فی کتبهم من ضعاف الأخبار

(کتاب حدیث میں ضعیف احادیث کیوں؟)

تالیف

فاروق عبداللہ بن محمد اشرف الرحمن پوری



ناشر

مركز السلام للتحلیمی

شری کنڈ، گمانی، صاحب گنج، جھارکھنڈ



إدارة مركز السلام التعليمي



كلية أبي بكر الصديق رضي الله عنه

# كشْفُ الأسرار

عَمَّا يُورِدُ الْمُحَدِّثُونَ فِي كُتُبِهِمْ مِنْ ضِعَافِ الْأَخْبَارِ

(کتب حدیث میں ضعیف احادیث کیوں؟)

تالیف

فاروق عبد اللہ بن محمد اشرف الحق نراین پوری

ناشر

مرکز السلام التعليمی، شری کنڈ، گمانی، صاحب گنج، جھار کھنڈ



بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

## جملہ حقوق محفوظ ہیں

نام کتاب: کشف الأسرار عما یورد المحدثون فی کتبہم من ضعاف الأخبار

(کتب حدیث میں ضعیف احادیث کیوں؟)

تالیف: فاروق عبداللہ بن محمد اشرف الحق نراین پوری

ناشر: مرکز السلام التعليمی، شری کنڈ، گمانی، صاحب گنج، جھارکھنڈ

سال اشاعت: رجب ۱۴۳۹ھ - اپریل ۲۰۱۸ء

تعداد صفحات: ۷۵

تعداد اشاعت: ۱۰۰۰

قیمت:

ملنے کے پتے:

۱۔ مرکز السلام التعليمی، گمانی، شری کنڈ، برہروا، صاحب گنج، جھارکھنڈ، ۸۱۶۱۰۱

۲۔ اہل حدیث جنرل لائبریری، شری کنڈ، برہروا، صاحب گنج، جھارکھنڈ، ۸۱۶۱۰۱

## فہرست مضامین

نمبر شمار	اسمائے مضامین	صفحہ نمبر
۱	فہرست مضامین	۵
۲	عرض ناشر	۷
۳	عرض مؤلف	۱۰
۴	ضعیف حدیث کی تعریف	۱۵
۵	احادیث ضعیف یا موضوع کیوں ہوتی ہیں؟	۱۶
۶	محدثین کرام کے نزدیک ضعیف روایات سے امت کو آگاہ اور تنبیہ کرنے کے طریقے	۱۹
۷	پہلا طریقہ: کسی بھی حدیث کو مسنداً ذکرنا۔	۲۰
۸	دوسرا طریقہ: عنوان کتاب کے ذریعہ اس کے ضعف کو بیان کرنا	۲۴
۹	تیسرا طریقہ: روایت کرنے کے بعد اس کے ضعف کو بیان کرنا	۲۶
۱۰	ضعیف و موضوع روایات کو کتب حدیث میں ذکر کرنے کے اسباب	۲۹
۱۱	پہلا سبب: اعتبار، استئناس اور تمیز کے لئے انہیں اپنی کتب میں جگہ دی، احتجاج کے لئے نہیں	۳۰
۱۲	دوسرا سبب: حکم لگانے میں اجتہاد کے اختلاف کی رعایت اور احتیاطی پہلو کا اختیار کرنا	۳۴
۱۳	تیسرا سبب: بعض فقہاء کرام کا ان ضعیف روایات سے استدلال کرنا	۳۶

- ۱۴ چوتھا سبب: سابقہ باب اور حدیث کی ضدیت کو بیان کرنا ۳۹
- ۱۵ پانچواں سبب: بعض ائمہ کرام کا ضعیف حدیث کی بعض اقسام کو قابل عمل سمجھنا ۴۴
- ۱۶ چھٹا سبب: خاص باب یا کسی خاص صحابی کی تمام احادیث کو جمع کرنا ۴۶
- ۱۷ ساتواں سبب: ضعف کی عدم معرفت ۵۱
- ۱۸ آٹھواں سبب: ضعیف احادیث کا ترغیب و ترہیب یا فضائل اعمال کے باب سے ہونا ۵۳
- ۱۹ نواں سبب: کسی مسئلہ سے متعلق صحیح حدیث کا نہ ملنا ۵۵
- ۲۰ دسواں سبب: تنقیح و تحقیص کی فرصت نہ ملنا ۵۷
- ۲۱ گیارہواں سبب: ضعیف احادیث کو ایک جگہ جمع کر دینا ۵۸
- ۲۲ صحیح احادیث کو ضعیف اسانید سے روایت کرنے کی وجہ ۶۰
- ۲۳ خلاصہ کلام ۶۶
- ۲۴ فہرست مصادر و مراجع ۶۹



## عرض ناشر

حامدًا ومصلیًا، أما بعد۔

دین اسلام کے دو بنیادی مصادر ہیں، قرآن کریم اور سنت رسول۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن کے نزول کے وقت ہی اس کی تشریح و تبیین کی ذمہ داری محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حوالہ کی، ساتھ ہی اس کی حفاظت کی ذمہ داری لینے کا بھی اعلان کیا۔ اس طرح قرآن کریم کے ساتھ حفاظت الہی کے مضبوط دائرہ میں احادیث رسول بھی شامل ہو گئیں۔

قرآن و سنت کے اولین مخاطب جماعت صحابہ نے انہیں اپنے سینوں میں محفوظ کیا اور اس عہد میں رائج وسائل کو استعمال کر کے آنے والی نسل تک انہیں پہنچانے کی سعی مشکور کی۔ اس جماعت مقدسہ کے بعد رب العالمین کی توفیق سے قرآن و سنت کی حفاظت کے لئے تابعین، تبع تابعین، اور ان کے بعد کے ادوار میں علماء وائمہ حدیث نے ان کی خدمات کا لامتناہی سلسلہ قائم کر دیا، رفتار زمانہ کے ساتھ جدید رسائل کے ساتھ یہ سلسلہ قائم و دائم ہے۔

تدوین احادیث کے دور میں محدثین کرام نے ان کے مابین معلوم و معروف اسباب کی بنا پر مقبول و مردود تمام طرح کی احادیث و آثار کو اپنی کتابوں میں جمع کرنے کا اہتمام کیا۔ اس کے اسباب و وجوہات علوم حدیث کی کتابوں میں منتشر ہیں۔ ان کا علم و تذکرہ علوم حدیث کے متخصص علماء اور اس شعبہ کے طلبہ کے مابین ہی محدود تھا۔

عصر حاضر میں کتب احادیث سے براہ راست استفادہ ہر عام و خاص کی پہنچ میں ہے۔ ایسے وقت میں اس موضوع کو اردو داں طبقہ کے لئے پیش کر کے زیر نظر رسالہ کے مؤلف نے ایک اہم ضرورت کو پورا کیا ہے۔

"کتب حدیث میں ضعیف احادیث کیوں؟" اس وضاحتی نام سے کتاب کا موضوع ظاہر ہے۔ مؤلف نے "عرض مؤلف" کے تحت جامع انداز میں موضوع کی ضرورت و اہمیت پر روشنی ڈالی ہے۔

اس رسالہ کے مؤلف عزیزم شیخ فاروق عبد اللہ بن محمد اشرف الحق فیضی مدنی مرکز السلام التعليمی کے تحت قائم ادارہ کلیہ ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ میں اس کے قیام کے ابتدائی سالوں میں طالب علم رہ چکے ہیں، اور فی الوقت عالم اسلام کی مشہور یونیورسٹی جامعہ اسلامیہ مدینہ طیبہ کے قسم فقہ السنہ میں پی ایچ ڈی کے مرحلہ میں بحث و تحقیق میں مشغول ہیں۔

مرکز السلام التعليمی اپنے قیام کے وقت سے دین اسلام اور اپنے علاقے کے مسلمانوں کے لئے خدمات کا پروگرام لئے اپنے دائرہ عمل میں رواں دواں ہے۔ اس کے شعبہ نشر و اشاعت سے ماضی میں اردو و بنگلہ زبانوں کے اندر کئی کتابیں اور تراجم شائع ہو چکی ہیں۔

مستقبل قریب میں اس شعبہ کو فعال اور متحرک بنانے کا لائحہ عمل تیار ہو چکا ہے۔ زیر نظر کتاب ہمارے شعبہ نشر و اشاعت کے جدید لائحہ عمل کا ایک حصہ ہے۔

کتاب کی معنوی و ظاہری خوبی کو بہتر سے بہتر بنانے کے لئے کتابت، تصحیح اور طباعت کے تمام مراحل کو مؤلف نے خود ہی اپنی نگرانی میں انجام دیا ہے۔

ہماری طرف سے مؤلف مبارکباد کے مستحق ہیں کہ انہوں نے کتب حدیث کی شروحات اور علوم حدیث کی دیگر کتابوں کے ہزاروں صفحات پر منتشر اس موضوع کو اردو داں قارئین کے لئے جامع انداز میں پیش کرنے میں کامیابی حاصل کی۔

ہماری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ کتاب کے مؤلف، ناشر اور تمام معاونین کو جزائے خیر عطا فرمائے۔ آمین۔

عقیل اختر یوسف مکی

ڈائرکٹر

مرکز السلام التعليمی

شری کنڈ، ضلع صاحب گنج، جھارکھنڈ

۱۱/۰۷/۱۴۳۹ ہجری بمطابق ۲۸/۳/۲۰۱۸ء

## عرض مؤلف

الحمد لله رب العالمين، والصلاة والسلام على رسوله محمد وآله وصحبه أجمعين، وأشهد أن لا إله إلا الله وحده لا شريك له وأشهد أن محمداً عبده ورسوله، أما بعد:

اکثر عوام اور طلبہ علم کی جانب سے یہ سوال کیا جاتا ہے کہ اگر فلاں فلاں احادیث ضعیف یا موضوع ہیں تو محدثین کرام نے اپنی مایہ ناز کتابوں کے اندر ان احادیث کی روایت کیونکر کی؟ بلکہ بسا اوقات بعض حضرات محدثین کے اس طرز عمل سے یہ نتیجہ نکال لیتے ہیں کہ اگر فی الواقع یہ حدیثیں ضعیف اور ناقابل قبول ہوتیں تو محدثین کرام قطعاً ان کو اپنی ان معتبر کتب میں روایت کر کے امت کو دھوکہ نہ دیتے۔ گویا کہ ایسے حضرات کے نزدیک کسی معتبر کتاب میں کسی حدیث کا پایا جانا ہی اس کی قبولیت کے لئے کافی ہے۔

یہاں تک کہ علوم حدیث سے کما حقہ واقفیت نہ ہونے کی وجہ سے بسا اوقات بعض علماء کرام سے بھی ایسی باتیں سننے کو ملتی ہیں۔ بعض تو برملا اس کا اظہار کرتے ہیں، اور بعض اظہار نہیں کرتے لیکن سش و پنج میں مبتلا رہتے ہیں اور انہیں بھی اس کا صحیح علم نہیں ہوتا، یا ان کی طرف رجوع کرنے پر موضوع کی صحیح طریقہ سے وضاحت نہیں کر پاتے کہ آخر جب یہ حدیثیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہی نہیں ہیں تو انہیں محدثین کرام نے اپنی کتابوں میں جگہ ہی کیوں دی؟ اگر وہ انہیں جگہ ہی نہ دیتے تو صحیح وضعیف کی تمیز کا مسئلہ ہی نہ آتا۔

اس لئے اس موضوع پر قلم اٹھانے کی شدید ضرورت محسوس ہوئی اور اس کے حقیقی اسباب پر روشنی ڈالنے کی کوشش کی گئی۔ واللہ ولی التوفیق۔

اس موضوع کی ضرورت بر صغیر کے اکثر علماء کرام محسوس کرتے ہیں، لیکن میرے علم کی حد تک اب تک اس موضوع پر مستقل طور پر کچھ نہیں لکھا گیا ہے، تلاش بسیار کے باوجود نہ اردو زبان میں مجھے کوئی ایسی مستقل تحریر ملی اور نہ ہی عربی زبان میں جس میں اس کے مختلف گوشوں پر بحث کی گئی ہو۔ ہاں اس تعلق سے علماء کرام کے کافی اقوال علوم حدیث، شروحات اور تاریخ و رجال کی کتب میں موجود ہیں، لیکن وہ منتشر ہیں۔ شاید کہ پہلے اس کی ضرورت اس قدر نہیں تھی جس قدر آج محسوس کی جا رہی ہے۔

**ایک ضروری وضاحت:** اس رسالہ "كَشَفُ الْأَسْرَارِ عَمَّا يُورَدُ الْمُحَدَّثُونَ فِي كُتُبِهِمْ مِنْ ضِعَافِ الْأَخْبَارِ" (کتب حدیث میں ضعیف احادیث کیوں؟) میں لفظ "کتب حدیث" سے میرا مقصود وہ کتب ہیں جن میں متقدمین علماء نے اپنی سند سے احادیث روایت کی ہیں، یعنی صرف مسند کتب۔ متاخرین علماء کی غیر مسند کتب اس بحث کا حصہ نہیں ہیں۔ کیونکہ اصل اعتراض مسند کتب کے تعلق سے ہی ہے۔ جہاں تک غیر مسند کتب میں ضعیف احادیث کے وجود کا مسئلہ ہے تو استاد محترم شیخ اسعد اعظمی حفظہ اللہ نے اپنے ایک علمی مقالہ میں اس کے متعلق بعض نفیس باتیں پیش کی ہیں جنہیں نیچے نقل کیا جا رہا ہے۔ استاد محترم اپنے ایک قیمتی مقالہ بعنوان: "ضعیف احادیث: صحیح نقطہ نظر" (۱) میں فرماتے ہیں:

(۱) شیخ نے اپنا یہ مقالہ مقامی جمعیت اہل حدیث سول لائنس علی گڑھ کے زیر اہتمام ۱۸، ۱۹، ۲۰ اکتوبر ۱۹۹۸ء کو منعقد ہونے والے سیمینار میں پیش کیا تھا، سیمینار میں پیش کئے گئے جملہ مقالہ جات کو بعد میں کتابی شکل میں بعنوان: "علوم الحدیث: مطالعہ و تعارف" نشر کیا گیا تھا۔ اسی کتاب کے صفحہ ۱۶۱ سے لے کر ۱۹۷ تک شیخ کا یہ مقالہ موجود ہے۔

"اپنی تصانیف میں ضعیف، منکر، باطل اور بسا اوقات موضوع روایات کے ذکر دینے میں علماء و فقہاء سے جو تساہل ہوا ہے اس کے درج ذیل اسباب ہو سکتے ہیں:

۱- حدیث کی شہرت پر اعتماد کرتے ہوئے اسے صحیح سمجھ کر استدلال کر بیٹھے ہوں جب کہ وہ حدیث ضعیف یا موضوع ہے۔

۲- کسی پیش رو کی نقل پر اعتماد کر کے اسے صحیح سمجھ لیا ہو۔

۳- شدید الضعف حدیث کے شدت ضعف پر مطلع نہ ہونے کے باعث اس سے استدلال کر لیا ہو اور اسے قلیل الضعف تصور کیا ہو۔

۴- کسی مسئلہ پر دلیل پیش کرتے وقت یا کسی مخالف کی تردید کرتے وقت فرط جذبات میں حدیث کے درجہ کی چھان بین نہ کر سکے ہوں۔

۵- فقہی مذہب یا کوئی اور مخصوص نقطہ نظر حدیث کی تحقیق کی راہ میں حائل رہا ہو۔

۶- احکام و مسائل کی تدوین، استدلال اور جمع و ترتیب میں اپنی مشغولیت کی وجہ سے حدیث کی تحقیق پر توجہ نہ دے سکے ہوں اور اس کام کو فقہاء صرف محدثین کی ذمہ داری تصور کرتے رہے ہوں بقاعدہ: "الکل مقام مقال ولکل فن رجال"۔

۷- کسی تساہل عالم کی تصحیح یا تحسین پر اعتماد کیا ہو جب کہ نقاد حدیث اس حدیث کو ضعیف قرار دیتے ہوں، وغیرہ وغیرہ۔"

اس لئے ایک ادنیٰ سی کوشش کی گئی کہ اس موضوع پر کچھ روشنی ڈالی جائے۔ جس طرح کسی بھی موضوع پر لکھی گئی پہلی تحریر میں کافی خامیاں ہوتی ہیں اسی طرح مجھ سے بھی یقیناً کافی لغزشیں سرزد ہوئی ہوں گی۔ بہت سارے ایسے اسباب چھوٹ گئے ہوں گے جنہیں ذکر کرنا ضروری تھا، یا ایسے اقوال اور مثالیں جن سے اس رسالہ کا خالی رہنا مناسب نہیں ہے۔ اس لئے آپ حضرات سے مؤدبانہ گزارش

ہے کہ اس طرح کی جملہ غلطیوں اور خامیوں کی نشاندہی فرما کر راقم کو شکریہ کا موقع عنایت فرمائیں تاکہ اس کی اصلاح کی جاسکے۔ و جزاکم اللہ خیراً۔

**کلمہ شکر و تقدیر:** اللہ تعالیٰ کا شکریہ ادا کرتا ہوں جس نے مجھے ایک اہم موضوع پر اس مختصر رسالہ کی تالیف کی توفیق عطا فرمائی۔ فلہ الحمد اولاً و آخراً۔

نیز شکریہ ادا کرتا ہوں اپنے والدین کا جنہوں نے ہمیشہ زندگی کے ہر قدم پر میری راہنمائی کی، اور ہمیشہ خدمت دین کی تلقین کے ساتھ ساتھ اس کے لئے ہر ممکن وسائل کا بندوبست کیا۔ جو اپنی نمازوں میں کبھی میرے لئے دعائیں کرنا نہیں بھولتے۔ اللہ تعالیٰ صحت و عافیت اور اپنی اطاعت کے ساتھ ان کا سایہ تا دیر ہم پر باقی رکھے۔ اور ہم تمام بہن بھائیوں کو ان کی فرماں برداری کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

پھر شکریہ ادا کرنا چاہوں گا ان تمام احباب کا جنہوں نے اپنے مفید ملحوظات اور مشوروں سے نوازا اور حتی الامکان اس موضوع کو آپ قارئین کرام تک پہنچانے میں میرے ساتھ تعاون کیا۔

خصوصی طور پر اپنے رفیق درس اور دوست جمیل احمد بن ضمیر سانبلی نیپالی (پی. ایچ. ڈی. اسکالر، شعبہ فقہ السنہ، کلیۃ الحدیث الشریف، جامعہ اسلامیہ مدنیہ طیبہ) کا شکریہ ادا کرتا ہوں جنہوں نے کتاب کا بنیادی ڈھانچہ تیار کرنے سے لے کر آخر تک چاہے علمی مواد کی طرف اشارہ ہو یا ان کی ترتیب و تنسیق ہر طرح کے مفید مشوروں سے نوازا۔

اسی طرح شیخ ڈاکٹر عبد الصبور مدنی (پی. ایچ. ڈی. شعبہ علوم الحدیث، کلیۃ الحدیث الشریف، جامعہ اسلامیہ مدنیہ طیبہ)، شیخ امیر الاسلام بن بحر الحق سلفی، شیخ نسیم اختر بن سعید الرحمن تیمی، شیخ عبد الرحمن بن لطف الحق سلفی (تینوں ایم. اے. اسکالر، شعبہ فقہ السنہ، کلیۃ الحدیث الشریف، جامعہ اسلامیہ مدنیہ طیبہ)، شیخ ضیاء الحق بن عزیز الحق تیمی (ایم. اے. اسکالر، شعبہ علوم الحدیث، کلیۃ الحدیث الشریف، جامعہ اسلامیہ مدنیہ طیبہ) اور شیخ ارشاد الحسن ابرار (پی. ایچ. ڈی. اسکالر شعبہ عقیدہ، کلیۃ

الدعوه، جامعہ اسلامیہ مدینہ طیبہ) کا شکریہ ادا کرنا چاہوں گا جنہوں نے اپنی تمام تر مشغولیات کے باوجود نہ کہ صرف پورے رسالہ کو پڑھا بلکہ اپنے بیش قیمت علمی ملحوظات اور مفید مشوروں سے بھی نوازا۔ اللہ تعالیٰ ان تمام حضرات کو ان کے اس تعاون کا نیک بدلہ عطا فرمائے اور اسے ان کے میزان حسنات میں شمار کرے۔ آمین۔

بڑی ناسپاسی ہوگی اگر مدیر مرکز السلام التعليمی شیخ عقیل اختر یوسف المکی حفظہ اللہ کا شکریہ نہ ادا کروں جنہوں نے اس رسالہ کی اپنے موقر ادارے سے نشر و اشاعت کا بیڑا اٹھایا۔

اللہ تعالیٰ سے دعاء کرتا ہوں کہ شیخ کو صحت و عافیت کے ساتھ مزید خدمات دین کی توفیق عطاء فرمائے۔ ان کے ادارے کی حفاظت فرمائے، اور اسے دین اسلام کا ایک سچا نقیب اور ترجمان بنائے۔

رب العالمین سے دعا ہے کہ اس حقیر سی کاوش کو شرف قبولیت بخشے اور اسے میرے، والدین، اساتذہ، ناشر اور ان جملہ احباب کے حق میں ذخیرہ آخرت بنائے جنہوں نے اسے منظر عام پر لانے میں کسی بھی طرح کا کوئی تعاون پیش کیا ہے۔ انہ ولی ذلک والقادر علیہ۔

اخو کم فی اللہ

فاروق عبد اللہ بن محمد اشرف الحق نراین پوری

متعلم مرحلہ دکتورہ، قسم فقہ السنہ و مصادرہا، جامعہ اسلامیہ، مدینہ طیبہ، سعودی عرب

مستقل پتہ: نراین پور، آگلوتی، برہروا، صاحب گنج، جھارکھنڈ، ۸۱۶۱۰۱

ایمیل: farooquefaizi@gmail.com

وائس اپ نمبر: ۰۰۹۶۶۵۳۰۱۶۲۵۰۵

۱۴۳۹/۶/۱۷ھ



## ضعیف حدیث کی تعریف

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ ضعیف حدیث کی تعریف کرتے ہوئے فرماتے ہیں:  
"کل حدیث لم یجتمع فيه صفات القبول".

(ہر وہ حدیث جس میں قبولیت کی صفات نہ پائی جائیں۔)<sup>(۱)</sup>

اور محدثین کے نزدیک کسی بھی حدیث کی قبولیت کی چھ شرطیں ہیں:

۱۔ سند کا متصل ہونا۔

۲۔ رواۃ کا عادل ہونا۔

۳۔ ان کا ضابطہ ہونا (یعنی غلطیوں اور غفلت کی کثرت سے پاک ہونا)۔

۴۔ ضعف خفیف (مثلاً سند میں خفیف یا خفی انقطاع ہو، یا کوئی راوی مستور ہو) کی صورت میں

اس کا متعدد طرق سے وارد ہونا۔

۵، ۶۔ شذوذ اور علت قاذحہ سے خالی ہونا<sup>(۲)</sup>۔

جب کسی حدیث کے اندر مذکورہ صفات موجود ہوں تو وہ قبولیت کے درجہ پر فائز ہوتی ہے۔ اور

اگر اس میں کوئی شرط مفقود ہو تو وہ درجہ قبولیت سے نیچے گر جاتی ہے۔ اور اسے ضعیف یا مردود کہا جاتا

ہے۔ اس کے رد کے بہت سارے اسباب ہیں جنہیں ان شاء اللہ تعالیٰ اگلے بحث میں پیش کیا جا رہا ہے۔

(۱) انکت علی کتاب ابن الصلاح لابن حجر (۴۹۲/۱)۔

(۲) ملاحظہ فرمائیں: شرح التبصرة والتذكرة للعراقی (۱/۱۷۷)، والکت علی کتاب ابن الصلاح لابن حجر (۴۹۳/۱)۔

## احادیث ضعیف یا موضوع کیوں ہوتی ہیں؟

اس سے پہلے کہ ہم یہ جانیں کہ کتب حدیث میں ضعیف یا موضوع احادیث کیوں پائی جاتی ہیں ہمیں یہ جاننے کی ضرورت ہے کہ کسی حدیث پر ضعیف ہونے کا حکم محدثین کرام کب اور کیوں لگاتے ہیں؟

کوئی بھی حدیث سند اور متن سے مرکب ہوتی ہے۔ محدثین کرام کسی حدیث پر حکم لگانے سے پہلے دونوں کی گہری چھان بین کرتے ہیں، پھر اس کی قبولیت یا عدم قبولیت کا حکم صادر فرماتے ہیں۔ جہاں تک اسناد کی وجہ سے کسی حدیث کی عدم قبولیت کا معاملہ ہے تو حافظ ابن حجر رحمہ اللہ اس کے اسباب کو اجمالاً ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں: "مُوجِبُ الرَّدِّ: إِمَّا أَنْ يَكُونَ لِسَقْطٍ مِنْ إِسْنَادٍ، أَوْ طَعْنٍ فِي رَأْيٍ" (۱)۔

(کسی حدیث کے مردود اور غیر مقبول ہونے کا سبب یا تو اس کی اسناد میں انقطاع کا ہونا ہے یا راوی کا مطعون ہونا۔)

بنیادی طور اسناد کی وجہ سے کسی حدیث کے غیر مقبول ہونے کی یہی دو جہیں ہیں۔  
۱۔ اسناد کا منقطع ہونا، متصل نہ ہونا۔

۲۔ اسناد کے اندر موجود راویوں میں سے ایک یا اس سے زائد راویوں کا جرح و تعدیل کے اعتبار سے مطعون اور متکلم فیہ ہونا۔

(۱) نزہۃ النظر (ص ۲۱۸)۔

اسناد کے اندر انقطاع کی کئی صورتیں ہیں جو کہ بالتفصیل مصطلح الحدیث کی کتب میں موجود ہیں۔ یہاں پر اتنا جان لینا کافی ہے کہ انقطاع چاہے کسی بھی نوعیت کا ہو حدیث کے رد اور عدم قبولیت کا باعث ہے۔ جب تک اس کے روایت کرنے والے کا نام اور جرح و تعدیل کے اعتبار سے اس کی حالت قابل اطمینان اور تشفی بخش نہ ہو اس کی احادیث قابل قبول نہیں ہو سکتیں۔

اور جہاں تک راویوں پر طعن کی بات ہے تو اس کے بہت سارے اسباب ہیں، بعض کا تعلق عدالت سے ہے اور بعض کا تعلق حفظ سے۔ دونوں چیزوں میں جس قدر ان پر طعن بڑھتا جائے گا ان کی احادیث ضعیف سے ضعیف تر ہوتی جائیں گی۔ اور سب سے بڑا طعن راوی کا کذاب اور وضاع ہونا ہے۔ پس بعض ایسے روایت بھی پائے گئے جو مختلف اغراض و مقاصد کے تحت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر حدیثیں گھڑتے تھے۔ آپ کی طرف ایسے اقوال و افعال کی نسبت کرتے تھے جو کہ آپ نے فرمایا یا کیا ہی نہیں۔

لیکن اللہ تعالیٰ نے امت کے اندر ایسے علماء کرام اور نقاد حدیث پیدا کئے جنہوں نے شریعت مطہرہ کے صاف و شفاف چہرے سے ان کدورتوں کو صاف کیا اور دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی الگ کر دیا۔ جہاں تک متن کی بات ہے تو سند کے ساتھ ساتھ اس کا شد و ذکاوت کی علتوں سے پاک ہونا ضروری ہے۔ سند گرچہ بظاہر کتنی ہی نظیف کیوں نہ ہو اگر متن میں شد و ذکاوت موجود ہے تو اس پر صحت کا حکم نہیں لگایا جاسکتا۔

مثلاً کسی حدیث میں ظلم و بربریت، فساد فی الارض یا عبث کاموں کے کرنے پر ابھارا گیا ہو، کوئی حدیث باطل کی مدح سرائی یا حق کی مذمت پر مشتمل ہو تو اس طرح کے شذوذ و نکارت کے رہتے ہوئے اس کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب کرنا ممکن نہیں<sup>(۱)</sup>۔

ایک نکتہ کی طرف تنبیہ ضروری ہے، وہ یہ کہ جب بھی متن کے اندر کوئی علت پائی جاتی ہے تو اس علت کا سبب سند کے اندر "خلل" ہی ہوتا ہے۔ اگر سند میں موجود روایت ثقہ ہوتے اور انہوں نے صحیح طریقہ سے اس کے متن کو ضبط کیا ہو تا تو متن کے اندر علت سرے سے پائی ہی نہ جاتی۔

تو یہ ہیں مختصراً کسی حدیث پر محدثین کرام کے عدم قبولیت کا حکم صادر فرمانے کے اسباب و وجوہات۔ جب محدثین کرام نے ان احادیث کو سماج اور معاشرہ کے اندر رائج اور منتشر پایا تو شریعت مطہرہ کو ان کے اثرات سیئہ سے بچانے کے جو سب سے مؤثر اور کارگر طریقے ہو سکتے تھے انہیں اختیار کیا۔

چنانچہ اس سلسلے میں انہوں نے دواہم طریقے اختیار کئے:

۱۔ روایت کرنے والوں سے ان حدیثوں کے سلسلہ اسناد کے متعلق سوال اور دریافت کرنا۔

۲۔ سلسلہ اسناد میں واقع ہونے والے راویوں کی حالات کی چھان بین کرنا۔

اور اس کے نتیجہ میں روایات حدیث کے متعلق ائمہ محدثین کے کلام کی ضخیم جلدیں وجود میں آئیں، اور جرح و تعدیل کے متعلق ان کے حالات کو قلمبند کیا گیا۔ امت محمدیہ کی یہ ایک ایسی خصوصیت اور خوبی ہے جس کا اعتراف دشمنان اسلام بھی کرتے ہیں۔ اور اس تعلق سے ان کے متعدد اقوال بھی موجود ہیں۔

(۱) تفصیل کے لئے ملاحظہ فرمائیں: المنار المنیف فی الصحیح والضعیف لابن قیم الجوزیہ (ص ۴۹)۔

## محدثین کرام کے نزدیک ضعیف روایات سے امت کو آگاہ اور تنبیہ کے طریقے

ان مطعون روایات کو یک دم روایت حدیث سے روک دینا اور ان کی زبان پر لگام لگانا چونکہ ایک محال چیز تھی، اور ان کی حدیثیں بھی رائج ہو رہی تھیں، بلکہ بعض ان سے استدلال اور احتجاج بھی کر رہے تھے، اس لئے سب سے مناسب طریقہ انہیں یہی نظر آیا کہ ان کی حدیثوں کو مع الاسناد ذکر کیا جائے اور رد و قبول کے اعتبار سے ان کی نقاب کشائی کی جائے، تاکہ امت کے سامنے ان کی حقیقت آشکارا ہو سکے۔

اس لئے انہوں نے متعدد طریقے اختیار کئے، جنہیں آئندہ سطور میں ذکر کیا جا رہا ہے:

## پہلا طریقہ

### کسی بھی حدیث کو مُسَنَّدًا ذکرنا۔

روایت حدیث کے زمانے میں کسی حدیث کو اس کی سند کے ساتھ ذکر کرنا رد و قبول کے اعتبار سے اس کی حالت کو بیان کرنا ہوتا تھا۔ جیسے کہ آج کسی حدیث کو ذکر کرنے کے بعد کہا جائے کہ یہ ضعیف ہے، یہ موضوع ہے۔ کیونکہ اس زمانے میں محدثین کرام کی انتھک محنتوں اور کاوشوں کی بناء پر روایات حدیث کے حالات کے بارے میں علماء کرام کو بالعموم اور علم حدیث سے اشتغال رکھنے والوں کو بالخصوص معلوم ہوتا تھا۔ پس جب یہ ظاہر کر دیا جاتا کہ اس کے روایت کرنے والے فلاں بن فلاں ہیں تو اہل علم کو اس کے بارے میں جانکاری ہو جاتی تھی کہ وہ مقبول ہے یا مردود۔

حافظ زین الدین العراقي، ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے مروی قرآن کریم کے فضائل کے

متعلق معروف موضوع روایت کے بارے میں فرماتے ہیں:

"وكل من أودع حديث أبي - المذكور - تفسيره، كالواحدي، والثعلبي والزحشري مخطئ في ذلك؛ لكن من أبرز إسناده منهم، كالثعلبي، والواحدي فهو أبسط لعذره، إذ أحال ناظره على الكشف عن سنده، وإن كان لا يجوز له السكوت عليه من غير بيانه، - كما تقدم - وأما من لم يبرز سنده، وأورده بصيغة الجزم فخطؤه أفحش، كالزحشري" (۱)۔

(جنہوں نے بھی ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کی مذکورہ حدیث کو اپنی تفاسیر میں جگہ دی ہے جیسے واحدی، ثعلبی اور زحشری وغیرہ تو انہوں نے اس معاملہ میں غلطی کی ہے۔ لیکن ان میں سے جنہوں نے

(۱) شرح التبصرة والتذكرة للعراقي (۱/۳۱۳)۔

اپنی سند ظاہر کر دی ہے جیسے کہ ثعلبی اور واحدی تو وہ کچھ حد تک معذور ہیں کیونکہ انہوں نے ناظر کو اس حدیث کی سند کے بارے میں کی چھان بین کا موقع فراہم کر دیا ہے۔ گرچہ ان کے لئے بھی بغیر اس کی حالت بیان کئے خاموشی اختیار کرنا جائز نہیں۔ پہلے یہ بات گزر چکی ہے۔ لیکن جنہوں نے اس کی سند ظاہر نہیں کی اور صیغہ جزم کے ساتھ اسے روایت کی تو ان کی غلطی اور زیادہ ہے جیسے کہ زمخشری ہیں۔)

مذکورہ کلام پر تبصرہ کرتے ہوئے حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"والاكتفاء بالحوالة على النظر في الإسناد طريقة معروفة لكثير من المحدثين وعليها يحمل ما صدر من كثير منهم من إيراد الأحاديث الساقطة معرضين عن بيانها صريحا وقد وقع هذا لجماعة من كبار الأئمة، وكان ذكر الإسناد عندهم من جملة البيان، -والله أعلم-"

(سند میں غور و فکر کرنے کی طرف احالہ کر دینے پر اکتفاء کرنا بہت سارے محدثین کا معروف مذہب رہا ہے۔ علت کی صراحت کے بغیر بہت سارے محدثین کا ساقط احادیث کو بیان کرنا اسی پر محمول کیا جائے گا۔ جیسا کہ کبار ائمہ کی ایک جماعت کے ساتھ ایسا ہوا ہے۔ اور صرف اسناد کا ذکر کر دینا ہی ان کے نزدیک بیان و توضیح کے ضمن میں آتا ہے۔)

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے اپنے مذکورہ کلام میں حافظ عراقی رحمہ اللہ کا اس بات پر مواخذہ کیا ہے جس میں انہوں نے واحدی اور ثعلبی کے لئے علت بیان کئے بغیر خاموش رہنے کو ناجائز قرار دیا ہے۔ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ کا کہنا ہے کہ انہوں نے علت بیان کرنے سے خاموشی اختیار نہیں کی، بلکہ

(۱) النکت علی کتاب ابن الصلاح لابن حجر (۲/۸۶۳)۔

انہوں نے اس کی علت بیان کی ہے، کیونکہ ان کے نزدیک اسناد کا ذکر کر دینا بیان اور تو ضیح کے زمرے میں آتا ہے۔

ایک دوسری جگہ اس مسئلہ کو حافظ ابن حجر مزید واضح کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"أكثر المحدثين في الأعصار الماضي من سنة مئتين وهلم جرا إذا ساقوا الحديث بإسناده اعتقدوا أنهم برئوا من عهده"<sup>(۱)</sup>.

(دوسری صدی سے لے کر بعد کے زمانوں تک اکثر محدثین جب کسی حدیث کو اس کی سند کے ساتھ ذکر کر دیتے تھے تو یہ سمجھتے تھے کہ وہ اس حدیث سے عہدہ برآ ہو گئے۔)  
شیخ عبد اللہ بن یوسف الجریج فرماتے ہیں:

"وقد طعن به على بعض أئمة الحديث أنهم خرجوا أحاديث الضعفاء والمتروكين والكذابين في كتبهم دون بيان لعلها، كما طعن به مثلاً على الحافظ أبي نعيم الأصبهاني. وليس هذا في التحقيق مما يجرح به، وإن كان خلاف الأولى، وذلك من أجل أن الواحد من هؤلاء المخرجين يسند أحاديثه تلك، ومن أسند فقد أحال"<sup>(۲)</sup>.

(بعض محدثین کرام کو اس لئے مورد الزام ٹھہرایا گیا ہے کہ انہوں نے ضعیف، متروک اور کذاب راویوں کی احادیث کو ان کی علت بیان کئے بغیر ان کتب میں روایت کی ہیں، جیسا کہ حافظ ابو نعیم اصبہانی کو مطعون کیا گیا ہے۔

(۱) لسان المیزان (۴/۱۲۸)۔

(۲) تحریر علوم الحدیث (۱/۳۷۴)۔



لیکن در حقیقت یہ قابل جرح چیز نہیں، گرچہ خلاف اولیٰ ہے۔ اس لئے کہ ان میں سے ہر ایک محدث نے اپنی ان احادیث کو مع الاسناد بیان کیا ہے، اور جس نے اپنی سند بیان کر دی اس نے اس سند کی طرف احالہ کر دیا۔)

اسی وجہ سے یہ قول محدثین کے درمیان کافی مشہور ہے: "من أسند فقد أحال". (یعنی جس نے مع الاسناد حدیث روایت کر دی اس نے اس سند کی طرف۔ اس کی صحت اور عدم صحت کا۔ احالہ کر دیا۔)

اس قول کی شرح کرتے ہوئے ڈاکٹر ابراہیم اللاحم فرماتے ہیں:

اتكثروا على أن من أسند فقد أحال، يعني: من ذكر الإسناد فقد أحالك على كشف حال الحديث، أحالك على أي شيء؟ على النظر في إسناده<sup>(۱)</sup>.

(ان محدثین کرام نے اس بات پر تکیہ کر لیا کہ جس نے مع الاسناد حدیث بیان کر دی اس نے احالہ کر دیا۔ یعنی جنہوں نے مع الاسناد حدیث بیان کر دی انہوں نے اس حدیث کی چھان بین کرنے کے لئے آپ کو اس کے حوالہ کر دیا۔ کس چیز کے حوالہ کیا؟ اس سند کی چھان بین اور اس پر غور و فکر کرنے کی طرف احالہ کر دیا۔)

(۱) شرح اختصار علوم الحدیث (ص: ۲۲۶)۔ مکتبہ شاملہ میں شیخ کے دروس سے مفرغ۔

## دوسرا طریقہ

### عنوان کتاب کے ذریعہ اس کے ضعف کو بیان کرنا

کئی ایک فضلاء محدثین نے محض امت کو ضعیف اور موضوع روایات سے آگاہ کرنے کے لئے کتابیں تالیف کیں، اور ان کتابوں کا نام کچھ اس طرح رکھا کہ اسے دیکھتے ہی لوگوں کو ان کے اندر مذکور احادیث کے غیر مقبول ہونے کا علم ہو جائے۔ مثلاً:

۱- الموضوعات لأبي سعيد محمد بن علي بن عمرو النقاش الأصبهاني (ت

(۴۱۴ھ)

۲- تذكرة الموضوعات لأبي الفضل محمد بن طاهر المعروف بابن القيسراني (ت

(۵۰۷ھ)

۳- الأباطيل والمناكير والصحاح والمشاهير للحسين بن إبراهيم الجورقاني (ت

(۵۴۳ھ) .

۴- الموضوعات للحافظ أبي الفرج ابن الجوزي (ت ۵۹۷ھ) .

اسی طرح بہت ساری کتابیں ضعیف اور کذاب راویوں کے حالات اور ان کے ضعف و دروغ گوئی کو بیان کرنے کے لئے تصنیف کیں، جن کے اندر انہوں نے اس طرح کے ضعیف اور متروک و کذاب راویوں کی منکر اور مردود روایات کو بطور مثال روایت کیں۔ ان روایات کو ان کتب کے اندر ذکر کرنے کا ان کا مقصد قطعاً انہیں قابل احتجاج باور کرانا نہیں بلکہ ان کے ضعف اور وضع کو بیان کرنا تھا۔ ذیل میں بعض کتب کا نام بطور مثال پیش کیا جا رہا ہے۔

۱- الضعفاء الكبير للعقيلي

۲- الكامل في ضعفاء الرجال لابن عدي

۳- المجروحين لابن حبان

اب اگر کوئی ان کتب میں کسی حدیث کو پا کر یہ کہے کہ میں نے اسے فلاں محدث کی کتاب میں پایا ہے اس لئے اس پر عمل کرنے میں کوئی حرج نہیں تو اسے اس کی جہالت اور علم حدیث کی ابجریہ سے نادانی پر ہی محمول کیا جائے گا۔ کیونکہ ان کتابوں کے اندر ان حدیثوں کو بیان کرنے کا ان علماء کا مقصد انہیں قابل احتجاج اور قابل عمل باور کرانا نہیں تھا، بلکہ اس سے ان کا مقصد ان روایات کے ناقابل قبول یا مردود ہونے کو بیان کرنا تھا۔

## تیسرا طریقہ

### روایت کرنے کے بعد اس کے ضعف کو بیان کرنا

جن کتابوں کے نام سے اس بات کا پتہ نہیں چل سکتا تھا کہ آیا ان کے اندر موجود احادیث ضعیف ہیں یا صحیح تو اس طرح کی کتابیں لکھنے والے بعض مصنفین نے روایت حدیث کے ساتھ اس کے ضعف کی صراحت کرنے یا اس کی طرف اشارہ کرنے کا خاص اہتمام کیا جسے اہل فن اچھی طرح سمجھ سکتے ہیں۔

جیسے کہ امام ترمذی رحمہ اللہ کا غالباً ہر حدیث کے بعد اس کے درجہ کو ذکر کرنا، امام ابو داؤد، امام نسائی، امام دارقطنی، امام بزار، امام طبرانی (المعجم الاوسط میں)، امام بیہقی اور دوسرے علماء کا بعض احادیث کو ذکر کرنے کے بعد بذات خود ان پر کلام کرنا۔

ان کتب کی طرف رجوع کرنے سے اس کی کافی مثالیں مل سکتی ہیں۔

بلکہ امام ابو داؤد رحمہ اللہ نے تو "اہل مکہ کی طرف ایک رسالہ" لکھ کر اپنی کتاب "سنن" میں موجود ضعیف احادیث کے تعلق سے اپنے منہج کی خود وضاحت کی ہے۔

اور اگر انہوں نے اس کا اہتمام نہ کیا ہو (یعنی نہ کتاب کے عنوان سے اور نہ روایت حدیث کے وقت اس کی طرف کوئی اشارہ ملتا ہو) تو اس کے بارے میں ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ انہوں نے اسے مسنداً

ذکر کیا ہے اور ان کا اسے مسنداً ذکر کرنا ہی صحت و ضعف کے اعتبار سے اس کی حالت کو بیان کرنا ہے۔  
جیسا کہ ابھی بیان کیا گیا۔

شیخ سلیمان بن عبد اللہ بن محمد بن عبد الوہاب تیسیر العزیز الحمید<sup>(۱)</sup> میں فرماتے ہیں:

فإن قيل: كيف يكون شرًا وقد روى أبو داود ذلك في مراسيله، وغيره من العلماء يروون الحديث ولم ينكره.

قيل: أهل العلم يروون الأحاديث الضعيفة والموضوعة لبيان حالها وإسنادها، لا للاعتماد عليها واعتقادها، وكتب المحدثين مشحونة بذلك، فبعضهم يذكر علة الحديث، ويبين حاله وضعفه إن كان ضعيفًا، ووضعه إن كان موضوعًا، وبعضهم يكتفي بإيراد الحديث بإسناده، ويرى أنه قد برئ من عهده إذا أورده بإسناده لظهور حال روايته، كما يفعل ذلك الحافظ أبو نعيم، وأبو القاسم ابن عساكر وغيرهما، فليس في رواية من رواه وسكوته عنه دليل على أنه عنده صحيح أو حسن أو ضعيف، بل قد يكون موضوعًا عنده، فلا يدل سكوته عنه على جواز العمل به عنده.

(اگر کہا جائے: یہ کیسے شرک ہو سکتا ہے حالانکہ اسے ابو داود نے اپنے مراسیل میں روایت کی

ہے، اور ان کے علاوہ دوسرے علماء نے اس کی روایت کی ہے اور اس کا انکار نہیں کیا ہے؟

تو کہا جائے گا: اہل علم ضعیف و موضوع احادیث کو ان کی حالت اور اسناد بیان کرنے کے لئے

روایت کرتے ہیں، ان پر اعتماد و اعتقاد کے لئے نہیں، محدثین کی کتابیں ان سے بھری ہوئی ہیں، پس ان میں سے بعض علت حدیث کو ذکر کرتے ہیں، اور اس کے ضعف کو اگر وہ ضعیف ہو یا وضع کو اگر وہ

موضوع ہو بیان کرتے ہیں، اور بعض صرف مع الاسناد اسے ذکر کرنے پر ہی اکتفاء کرتے ہیں، اور ان کی سوچ ہوتی ہے کہ جب انہوں نے مع الاسناد حدیث روایت کر دی تو وہ بری الذمہ ہو گئے کیونکہ ان کے روایت کی حالت لوگوں پر ظاہر ہے، جیسے کہ حافظ ابو نعیم اور ابو القاسم ابن عساکر رحمہما اللہ وغیرہما کرتے ہیں، اس لئے کسی کا کسی حدیث کی روایت کرنا اور اس کی حالت کے متعلق خاموش رہنا یہ دلیل نہیں کہ وہ حدیث ان کے نزدیک صحیح، حسن یا ضعیف ہے، بلکہ بسا اوقات وہ ان کے نزدیک موضوع بھی ہو سکتی ہے۔ اس لئے اس کی حالت کے متعلق ان کی خاموشی اس بات کی دلیل نہیں کہ اس پر عمل کرنا ان کے نزدیک جائز ہے۔)

یہ تھے وہ اہم ذرائع جن کے ذریعے محدثین کرام نے ان ضعیف روایات سے امت مسلمہ کو آگاہ کرنے کا اہتمام کیا تھا۔

اس کے علاوہ بہت سارے ایسے اغراض و مقاصد ہوتے ہیں جن کے حصول کے لئے محدثین کرام اپنی کتب میں ضعیف بلکہ بسا اوقات موضوع روایات کو بھی ذکر کرتے ہیں۔ ان شاء اللہ آئندہ بحث میں ان اسباب کو ذکر کرنے کی کوشش کی جائے گی تاکہ کوئی ان احادیث کو صرف ان کی کتب میں موجود ہونے کی وجہ سے قابل عمل اور قابل احتجاج نہ سمجھنے لگے۔ یا اس کی وجہ سے ان پر طعن و تشنیع نہ کرنے لگے۔ اور ان کے متعلق بدگمانی کا شکار ہونے سے بچ سکے۔

## ضعیف و موضوع روایات کو کتب حدیث میں ذکر کرنے کے اسباب

بسا اوقات ضعیف اور موضوع روایات کو اپنی کتب میں ذکر کرنے کا ان کا کوئی خاص مقصد ہوتا ہے، اس لئے ان روایات کی وجہ سے انہیں مطعون کرنا یا اس کے برعکس روایت کرنے کی وجہ سے انہیں قابل عمل و قابل احتجاج سمجھنا قطعاً درست نہیں۔ وہ ان احادیث کو اپنی کتب میں ذکر کرنے میں معذور ہیں، اور ان کے پاس اس کے خاص اسباب و مقاصد ہوتے ہیں۔ جن میں سے چند اہم اسباب کو آئندہ سطور میں ذکر کیا جا رہا ہے تاکہ ہر کوئی ان اسباب سے واقف ہو سکے اور ان مصنفین کے تعلق سے بدگمانی کا شکار ہونے سے بچ سکے۔

## پہلا سبب

اعتبار اور تمیز کے لئے انہیں اپنی کتب میں داخل کیا، احتجاج کے لئے نہیں

ہو سکتا ہے ان ضعیف احادیث کو محدثین کرام نے اپنی کتب میں اعتبار، استئناس اور تمیز کے لئے لکھا ہو، احتجاج کے لئے نہیں۔

اعتبار کا مطلب ہے کہ ان کا ان احادیث کو اپنی کتب میں ذکر کرنے کا مقصد صحیح یا حسن بتلانا نہیں بلکہ یہ دیکھنا ہے کہ کیا انہیں دوسرے روات نے بھی روایت کی ہیں یا نہیں؟ ان کا کوئی متابع اور شاہد بھی ہے یا نہیں؟

یا ان پر اعتماد کے لئے نہیں بلکہ استئناس کے لئے لکھا ہے۔

یا تمیز کے لئے لکھا ہے تاکہ صحیح احادیث کے ساتھ کبھی خلط ملط نہ ہو جائیں۔

امام ابو عمر ابن عبد البر "التمہید"<sup>(۱)</sup> میں ایک ضعیف حدیث کو بیان کرنے کے بعد فرماتے ہیں: "هذا الحديث ليس له إسناد، ورواته مجهولون، ولم نورد له للاحتجاج به ولكن للاعتبار، وما لم يكن فيه حكم فقد تسامح الناس في روايته عن الضعفاء، والله المستعان".

(اس حدیث کی کوئی سند نہیں ہے، اور اس کے روات مجہول ہیں، اسے ہم احتجاج کے لئے نہیں بلکہ اعتبار کے لئے لائے ہیں۔ جس حدیث سے کوئی شرعی حکم نہ ثابت ہوتا ہو اسے ضعیف روات سے روایت کرنے میں علماء کرام نے تسامح اور تساہل برتا ہے، واللہ المستعان)۔



معلوم ہوا کہ اعتبار کے لئے کسی راوی کی روایات کو لکھنا محدثین کرام کا عام منہج ہے<sup>(۱)</sup>۔

اسی وجہ سے تراجم اور رجال کی کتابوں میں بہ کثرت بعض روایات کے متعلق ائمہ جرح و تعدیل کا یہ قول ملتا ہے "یکتب حدیثہ ولا یحتج بہ"۔ (ان کی حدیث لکھی جائے گی، لیکن احتجاج نہیں کیا جائے گا)۔ یعنی اعتبار کے لئے لکھی جائے گی لیکن اس سے احتجاج نہیں کیا جائے گا۔

امام ابو حاتم الرازی رحمہ اللہ نے بہ کثرت اس قول کا استعمال کیا ہے۔

علامہ عبد الرحمن بن یحییٰ المعلمی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: "هذه الكلمة يقولها أبو حاتم فيمن هو عنده صدوق ليس بحافظ يحدث بما لا يتقن حفظه فيغلط ويضطرب"<sup>(۲)</sup>۔

(ابو حاتم یہ کلمہ ان روایات کے متعلق کہتے ہیں جو ان کے نزدیک صدوق ہوں لیکن حافظ نہ ہوں، ایسی چیزیں روایت کرتے ہوں جو انہیں پکی یاد نہ ہوں، بنا بریں غلطی اور اضطراب کے شکار ہو جاتے ہوں)۔

جہاں تک صحیح اور ضعیف و موضوع کے درمیان تمیز کے لئے لکھنے کی بات ہے تو یہ بھی محدثین کرام کا عام منہج رہا ہے۔

امام یحییٰ بن معین رحمہ اللہ فرماتے ہیں: "کتبتنا عن الكذابين، وسجرنا به التنور، فأخرجنا به خبزاً نضيجاً"<sup>(۳)</sup>۔

(۱) مزید ملاحظہ فرمائیں: تحریر علوم الحدیث لعبد اللہ بن یوسف الجریج (۱/۳۷۴-۳۷۵)۔

(۲) التثلیل بمافی تأییب الکوثری من الآبائیل (۱/۴۴۹)۔

(۳) تاریخ بغداد (۱۴/۱۸۹)۔

(ہم نے کذاب راویوں سے احادیث لکھیں، پھر اس - ورقہ - سے چولہا جلایا، اور اس سے پکی ہوئی روٹی نکالی۔)

اسی طرح کا ایک اور واقعہ ملاحظہ فرمائیں:

وقال أبو بكر الأثرم: رأى أحمد بن حنبل يحيى بن معين بصنعاء في زاوية وهو يكتب صحيفة معمر عن أبان عن أنس، فإذا اطلع عليه إنسان كتبه، فقال له أحمد: تكتب صحيفة معمر عن أبان عن أنس، وتعلم أنها موضوعة، فلو قال لك قائل: أنت تتكلم في أبان ثم تكتب حديثه على الوجه! فقال: "رحمك الله يا أبا عبد الله، أكتب هذه الصحيفة عن عبد الرزاق عن معمر على الوجه فأحفظها كلها، وأعلم أنها موضوعة؛ حتى لا ينجيء بعده إنسان فيجعل بدل أبان ثابتاً، ويرويه عن معمر عن ثابت عن أنس، فأقوله له: كذبت، إنما هي عن أبان لا عن ثابت" (۱).

(ابو بکر الاثرم فرماتے ہیں: امام احمد بن حنبل نے صنعاء میں ایک کونے میں یحییٰ بن معین کو "معمر عن ابان عن انس" کا صحیفہ لکھتے ہوئے دیکھا، جب کوئی ان کے پاس آتا تو اس کو چھپا لیتے تھے، تب امام احمد بن حنبل نے ان سے فرمایا: آپ "معمر عن ابان عن انس" کا صحیفہ لکھ رہے ہیں حالانکہ آپ کو پتہ ہے کہ وہ من گھڑت ہے، اگر کوئی آپ سے کہے کہ آپ ابان پر کلام کرتے ہیں اور خود ان کی احادیث لکھ رہے ہیں؟ تو انہوں نے جواب دیا: اے ابو عبد اللہ اللہ تعالیٰ آپ پر رحم فرمائے میں عن عبد الرزاق عن معمر کے اس صحیفہ کو کاغذ پر لکھ رہا ہوں اور اسے پورا یاد بھی کر رہا ہوں حالانکہ میں جانتا ہوں کہ یہ موضوع ہے، تاکہ کوئی شخص بعد میں آکر ابان کو ثابت سے نہ بدل دے اور اسے عن معمر عن

(۱) التعمیل والتجرح لابن الولید الباجی ۱/۲۹۰، وتاریخ دمشق ۶۵/۲۵.

ثابت عن انس نہ روایت نہ کرنے لگے، اگر کوئی ایسا کرے تو میں اس سے کہوں گا تم جھوٹ بول رہے ہو، یہ ابان سے مروی ہے ثابت سے نہیں۔)

## دوسرا سبب

### حکم لگانے میں اجتہاد کے اختلاف کی رعایت اور احتیاطی پہلو کو اختیار کرنا

احادیث پر حکم لگانا ایک اجتہادی عمل ہے جس کی وجہ سے بعض احادیث پر حکم لگانے کے سلسلے میں علماء کے درمیان اختلاف بھی پایا جاتا ہے۔

اسی وجہ سے محدثین کرام نے اس طرح کی احادیث کو روایت کرنا مناسب سمجھا، کیونکہ ہو سکتا ہے کہ یہ احادیث ان کے نزدیک ضعیف ہوں لیکن دوسروں کے نزدیک ضعیف نہ ہوں، اس لئے احتیاط کا تقاضا یہی ہے کہ ان کی روایت کر دی جائے اور اس کا فیصلہ امت کے دوسرے علماء پر چھوڑ دیا جائے کہ وہ قابل عمل ہیں یا نہیں۔

امام حاکم رحمہ اللہ "المدرخل فی اصول الحدیث" (ص ۸۵) میں بیان فرماتے ہیں:

"ولعل قائلًا يقول: وما الغرض في تخریج ما لا یصح سندہ ویعدل رواۃ؟

والجواب في ذلك من أوجه، وهي: أن الجرح والتعديل یختلف فیہما، وربما عدل إمام وجرح غیرہ... ثم قال: وللائئمة في ذلك غرض ظاهر، وهو أن یعرفوا الحدیث من أين مخرجه، والمنفرد به عدل أو مجروح... الخ" (۱)۔

(کوئی کہنے والا کہہ سکتا ہے کہ جن احادیث کی سند صحیح نہیں اور ان کے روات عادل نہیں، ان کی

تخریج کا کیا مقصد ہے؟

(۱) ملاحظہ فرمائیں: الحدیث الضعیف وحکم الاحتجاج بہ لعبد الکریم الحنفی (ص ۳۴۲)

اس کے کئی ایک جوابات ہیں، جو یہ ہیں: جرح و تعدیل میں اختلاف ہو سکتا ہے، چنانچہ بسا اوقات ایسا ہوتا ہے کہ کوئی امام (کسی راوی کی) توثیق کرتا ہے اور دوسرا جرح کرتا ہے... پھر آگے فرماتے ہیں: اور اس بارے ائمہ کرام کا مقصد ظاہر ہے، وہ جاننا چاہتے ہیں کہ اس حدیث کا مخرج کیا ہے۔ اور اسے روایت کرنے والا منفرد راوی عادل ہے یا مجروح... الخ۔)

چنانچہ بہت ساری ایسی احادیث ہیں جن پر حکم لگانے میں محدثین کے اجتہاد کا اختلاف واضح

ہے۔

## تیسرا سبب

### بعض فقہاء کرام کا ان ضعیف روایات سے استدلال کرنا

محدثین کرام بسا اوقات بعض ضعیف روایات کو اپنی کتب میں اس لئے ذکر کرتے ہیں کیونکہ ان ضعیف احادیث سے بعض فقہاء کرام نے استدلال کیا ہوتا ہے۔ ان کا یہ عمل حقیقت میں فقہاء کے طرز عمل کی طرح ہے، جس طرح فقہاء اپنے فریق مخالف کے اقوال یا مذاہب کی دلیلوں کو یہ جاننے کے باوجود ذکر کرتے ہیں کہ وہ دلیل نہیں ہیں، اسی طرح محدثین کرام نے بھی ایسی احادیث کو اپنی کتب میں جگہ دی ہے جن سے کسی فقیہ نے استدلال کیا ہے، چاہے وہ احادیث صحیح ہوں یا ضعیف۔

ابو الفضل محمد بن طاہر المقدسی المعروف بابن القیصرانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

فإن قيل: لما أودعوها كتبهم ولم تصح عندهم، فالجواب من ثلاثة أوجه:

الأول: رواية قوم لها واحتجاجهم بها، فأوردوها وبينوا سقمها لتزول الشبهة.

الثاني: أنهم لم يشترطوا ما ترجمه البخاري ومسلم -رضى الله عنهما- على ظهر

كتابيها من التسمية بالصحة.

الثالث: أن يقال لقائل هذا الكلام: رأينا الفقهاء وسائر العلماء يوردون أدلة الخصم

في كتبهم مع علمهم أن ذلك ليس بدليل فكان فعلهم هذا كفعل الفقهاء<sup>(۱)</sup>.

(۱) شروط الأئمة الستة (ص ۲۰)۔

(اگر یہ کہا جائے: جب یہ احادیث ان کے نزدیک صحیح نہیں تھیں تو انہوں نے ان احادیث کو اپنی کتب میں کیوں ذکر کیا؟

اس کا جواب درج ذیل تین طریقوں سے دیا جاسکتا ہے:

پہلا: چونکہ کچھ لوگ ان کی روایت کرتے تھے اور ان سے احتجاج کرتے تھے اس لئے انہوں نے ان احادیث کو ذکر کیا اور ان کی علتوں کو واضح کیا تا کہ شبہات کا ازالہ ہو سکے۔

دوسرا: جس طرح بخاری اور مسلم نے اپنی کتابوں کے غلاف پر کتاب کے نام میں ہی صحت کی شرط لگائی ہے اس طرح انہوں نے صحت کی شرط نہیں لگائی ہے۔

تیسرا: اس کلام کے کہنے والے سے کہا جائے گا کہ فقہاء اور دوسرے تمام علماء کو ہم نے دیکھا ہے کہ اپنی کتب میں فریق مخالف کی دلیلیں بھی ذکر کرتے ہیں، یہ جاننے کے باوجود کہ وہ مسئلہ کی۔ صحیح<sup>(۱)</sup>۔ صحیح<sup>(۱)</sup>۔ دلیل نہیں ہے، پس ان کا یہ طرز عمل فقہاء کے طرز عمل کی طرح ہے۔)

اس کی مثال امام ترمذی رحمہ اللہ کے منہج میں ہمیں مل سکتی ہے۔ آپ اپنے منہج کو بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"ما أخرجت في كتابي هذا إلا حديثاً قد عمل به بعض الفقهاء"<sup>(۲)</sup>.

(میں نے اپنی اس کتاب میں صرف ان ہی احادیث کو ذکر کیا ہے جن پر بعض فقہاء نے عمل کیا ہے۔)

(۱) یعنی ان کے اپنے نقطہ نظر سے دلیل صحیح نہیں ہے۔

(۲) شروط الأئمة السنية (ص ۲۱)۔

ان کے اس شرط کو بیان کرنے کے بعد امام ابو الفضل محمد بن طاہر المقدسی فرماتے ہیں:  
 "وهذا شرط واسع فإن على هذا الأصل كل حديث احتج به محتج أو عمل بموجبه  
 عامل، أخرجه سواء صحَّ طريقه أو لم يصحَّ" (۱)۔

(یہ وسیع شرط ہے، اس قاعدے کی بناء پر ہر وہ حدیث جس سے کسی احتجاج کرنے والے نے  
 احتجاج کیا ہے یا جس کے بموجب کسی نے عمل کیا ہے اس کی انہوں نے تخریج کی ہے چاہے اس کی سند  
 صحیح ہو یا نہ ہو۔)

(۱) شروط الأئمة السنية (ص ۲۱)۔



## چوتھا سبب

### سابقہ باب اور حدیث کی ضدیت کو بیان کرنا

بسا اوقات کسی مسئلہ کی ایک حدیث کو ذکر کرنے کے بعد اسی کے برعکس دوسرا مسئلہ ذکر کرتے ہیں اور ترجمہ پر دلالت کرنے والی حدیث کو لاتے ہیں، اگر کوئی یہ کہے کہ محدثین کا مقصد ان ابواب سے ان مسائل کی ترجیح اور اختیار ہے اور اس کے تحت انہوں نے جو احادیث ذکر کی ہیں ان کو قابل عمل شمار کرنا ہے تو کیا اس سے نقیضین کی ترجیح اور اس پر عمل کرنا لازم نہیں آتا جو کہ ایک غیر معقول شئی ہے؟

اس طرح کے مسائل میں دراصل ان کا مقصد یا تو ایک حدیث کے منسوخ یا اس کے معلول ہونے کی طرف اشارہ کرنا ہوتا ہے۔

سنن اربعہ میں اس کی کافی مثالیں موجود ہیں۔

بطور نمونہ سنن ابی داؤد اور جامع ترمذی سے دو مثالیں پیش خدمت ہیں:

پہلی مثال: امام ابو داؤد رحمہ اللہ اپنی سنن<sup>(۱)</sup> میں "امام کو دوران قرأت لقمہ دینے" کے متعلق

ایک باب قائم کرتے ہیں "باب الفتح علی الإمام فی الصلاة" اور ایک مقبول حدیث سے اسے

ثابت کرنے کے بعد اس کے بالکل برعکس ایک دوسرا باب قائم کرتے ہیں "باب النهي عن التلقين" اور اس کے تحت درج ذیل حدیث روایت کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"حدثنا عبد الوهاب بن نجدة، حدثنا محمد بن يوسف الفريابي، عن يونس بن أبي إسحاق، عن أبي إسحاق، عن الحارث، عن علي، رضي الله عنه، قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: «يا علي، لا تفتح على الإمام في الصلاة»، قال أبو داود: "أبو إسحاق، لم يسمع من الحارث، إلا أربعة أحاديث، ليس هذا منها"<sup>(۱)</sup>.

یہاں پر امام ابو داود رحمہ اللہ کا ضدیت کے لئے اس دوسری حدیث کو روایت کرنا واضح ہے۔ اسے قابل عمل باور کرنا قطعاً ان کا مقصود نہیں۔ بلکہ خود ہی انہوں نے اس پر نقد کیا ہے کہ وہ متصل نہیں ہے۔

دوسری مثال: امام ترمذی نے اپنی جامع میں موزوں پر مسح کے تعلق سے ایک مسئلہ ذکر کیا ہے۔ مسئلہ ہے: "موزے کے اوپر اور نیچے دونوں پر مسح کیا جائے گا یا صرف موزے کے اوپر؟" اور اس کے لئے ایک باب قائم کرتے ہیں: "باب في المسح على الخفين أعلاه وأسفله"<sup>(۲)</sup>. اور پھر اس باب پر دلالت کرنے کے لئے مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کی یہ حدیث پیش کرتے ہیں: "أن النبي صلى الله عليه وسلم مسح أعلى الخف وأسفله"<sup>(۳)</sup>.

(۱) سنن ابی داود (۲۳۹/۱) حدیث نمبر (۹۰۸)۔

(۲) (۱۵۸/۱)۔

(۳) (۱۵۸/۱) حدیث نمبر (۹۷)۔

(نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے موزوں کے اوپر اور نیچے مسح کیا۔)

اور پھر خود اس کی علت بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ: "هذا حديث معلول، لم يسنده عن ثور بن يزيد غير الوليد بن مسلم."

وسألت أبا زرعة، ومحمداً عن هذا الحديث، فقالا: ليس بصحيح، لأن ابن المبارك روى هذا عن ثور، عن رجاء، قال: حدثت عن كاتب المغيرة، مرسل عن النبي صلى الله عليه وسلم، ولم يذكر فيه المغيرة<sup>(۱)</sup>۔

(یہ معلول حدیث ہے۔ اسے ولید بن مسلم سے ثور بن یزید کے علاوہ کسی نے مسنداً روایت نہیں کی۔ اور میں نے ابو زرعة اور محمد - یعنی امام بخاری - سے اس حدیث کے متعلق پوچھا تو دونوں نے فرمایا: صحیح نہیں ہے، اس لئے کہ ابن مبارک نے اسے "عن ثور عن رجاء" کے واسطے سے روایت کیا ہے، جس میں رجاء فرماتے ہیں کہ مجھے کاتب مغیرہ سے بالواسطہ روایت کیا گیا ہے۔ یہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے مرسل ہے، اس میں انہوں نے مغیرہ کا ذکر نہیں کیا۔)

اور پھر مذکورہ باب کے برعکس ایک دوسرا باب قائم کرتے ہیں: "باب في المسح على الخفين ظاهرهما"<sup>(۲)</sup>۔

اور اس کے تحت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کی ہی ایک دوسری روایت ذکر فرماتے ہیں: "رأيت النبي صلى الله عليه وسلم يمسح على الخفين على ظاهرهما"<sup>(۳)</sup>۔

(۱) مصدر سابق۔

(۲) (۱۵۹/۱)۔

(۳) (۱۵۹/۱) حدیث نمبر (۹۸)۔

(میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو موزوں کے اوپری حصہ پر مسح کرتے ہوئے دیکھا۔)  
اور پھر اس دوسری حدیث کی تحسین فرماتے ہیں۔

یہاں پر دونوں بابوں کے درمیان ضدیت واضح ہے۔ کیا کوئی عقل مند یہ کہہ سکتا ہے کہ دونوں حدیثوں کو امام ترمذی رحمہ اللہ نے قابل عمل اور قابل احتجاج باور کرانے کے لئے روایت کی ہے؟ یا ان کا مقصد صرف ضدیت کو واضح کرنا ہے؟

یہاں پر معاملہ بالکل واضح اور بین ہے کہ ان کا مقصد صرف قارئین کو یہ خبر کرنا ہے کہ مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ سے گرچہ دونوں طرح کی روایات وارد ہیں لیکن دونوں قابل عمل نہیں، صرف ایک ہی قابل عمل ہے۔ اور دوسری معول ہے۔

حافظ ابو الفضل محمد بن طاہر المقدسی المعروف بابن القیسرانی رحمہ اللہ "شروط الائمة الستہ" میں  
امام ابو داود اور دیگر اصحاب سنن کی شروط کو بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"وأما أبو داود فمن بعده فإن كتبهم تنقسم على ثلاثة أقسام:

الأول: صحيح، وهو جنس ما في الصحيحين...

الثاني: صحيح على شرطهم - أصحاب السنن...

الثالث: أحاديث أخرجوها للضدّة في الباب المتقدم، وأوردوها لا قطعاً منهم

بصحتها، وربما أبان المخرّج لها عن علتها بما يفهمه أهل المعرفة<sup>(۱)</sup>.

(ابو داود اور بعد کے مؤلفین یعنی ترمذی، نسائی وابن ماجہ - کی کتب تین اقسام پر مشتمل ہیں:

(۱) شروط الائمة الستہ (ص ۱۹-۲۰)۔

پہلی قسم: صحیح احادیث، یہ احادیث صحیحین کی احادیث کی طرح ہی ہیں...۔

دوسری قسم: اصحاب السنن کی شرط پر صحیح ہیں...۔

تیسری قسم: ایسی احادیث جنہیں انہوں نے سابقہ باب کی ضدیت (برعکس معنی) کو بیان کرنے

کے لئے لایا ہے۔ ایسی احادیث کو ان کی صحت سے قطع نظر انہوں نے بیان کیا ہے۔ اور بسا اوقات ان

کی تخریج کرنے والے نے ایسے انداز میں ان کی علت کو بیان کر دیا ہے جسے اہل فن سمجھتے ہیں۔)

## پانچواں سبب

### بعض ائمہ کرام کا ضعیف حدیث کی بعض اقسام کو قابل عمل سمجھنا

علوم حدیث کی بعض انواع کے متعلق محدثین کرام کے مابین اختلاف پایا جاتا ہے کہ وہ قابل حجت ہیں یا نہیں، جیسے مرسل وغیرہ، پس بعض ائمہ کرام کے نزدیک وہ یا تو مطلقاً قابل حجت ہیں یا بعض شروط اور قیود کے ساتھ، جب کہ جمہور کے نزدیک وہ قابل حجت نہیں اور اس کا بھی شمار ضعیف احادیث میں ہوتا ہے۔

ہو سکتا ہے کہ جنہوں نے اس قسم کی احادیث روایت کی ہوں وہ ان کے قابل عمل اور قابل احتیاج ہونے کے قائل ہوں۔

امام ابو داؤد رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"وأما المراسيل فقد كان يحتج بها العلماء فيما مضى مثل سفیان الثوري ومالك بن أنس والأوزاعي، حتى جاء الشافعي فتكلم فيها، وتابعه على ذلك أحمد بن حنبل وغيره رضوان الله عليهم، فإذا لم يكن مسند غير المراسيل، ولم يوجد المسند فالمرسل يحتج به، وليس هو مثل المتصل في القوة"<sup>(۱)</sup>.

(ماضی میں علماء مرسل روایات کو قابل حجت مانتے تھے، جیسے کہ سفیان ثوری، مالک بن انس اور اوزاعی رحمہ اللہ، یہاں تک کہ امام شافعی رحمہ اللہ نے ان پر کلام کرنا شروع کیا، اور امام احمد بن حنبل

(۱) رسالۃ ابی داؤد الی اہل مکہ (ص ۲۴)۔

وغیرہ رضوان اللہ علیہم نے ان کی موافقت کی، پس جب مسند روایات نہ ملیں صرف مرسل روایات ہی موجود ہوں تو ایسے موقع پر مرسل سے ہی احتجاج کیا جائے گا، لیکن وہ قوت کے اعتبار سے متصل روایات کی طرح نہیں ہوگی۔

حافظ ابن رجب حنبلی رحمہ اللہ نے شرح علل الترمذی<sup>(۱)</sup>، اور ڈاکٹر مرتضیٰ الزین احمد نے منہج المحدثین فی تقویۃ الاحادیث الحسنۃ والضعیفہ<sup>(۲)</sup> میں مرسل سے احتجاج کے تعلق سے بڑی نفیس بحث پیش کی ہے۔ مزید تفصیلات کے لئے اس کی طرف رجوع کرنا مفید ہوگا۔

(۱) (۵۴۳/۱)۔

(۲) (ص ۱۱۷-۲۱۵)۔

## چھٹا سبب

### خاص باب یا کسی خاص صحابی کی تمام احادیث کو جمع کرنا

بعض محدثین کرام نے صحت و ضعف سے قطع نظر کسی ایک باب یا ایک صحابی کی تمام احادیث کو ایک جگہ جمع کرنے کا اہتمام کیا ہے۔ ایسے مواقع پر غالباً وہ صحت و ضعف کی طرف نہیں دیکھتے بلکہ احادیث کو جمع کرنا ہی ان کا اصل ہدف ہوتا ہے، چاہے وہ صحیح سند کے ساتھ مروی ہوں یا ضعیف سند کے ساتھ، جیسے کہ کتب المسانید میں یا خاص موضوع پر لکھی گئی کتب میں بہ کثرت پایا جاتا ہے۔

شیخ الاسلام علامہ ابن تیمیہ رحمہ اللہ منہاج السنہ النبویہ<sup>(۱)</sup> میں فرماتے ہیں:

"قد روى أبو نعيم في أول "الحلية" في فضائل الصحابة، وفي كتاب مناقب أبي بكر وعمر وعثمان وعلي أحاديث بعضها صحيحة وبعضها ضعيفة، بل منكورة، وكان رجلاً عالماً بالحديث فيما ينقله، لكن هو وأمثاله يروون ما في الباب، ليعرف<sup>(۲)</sup> أنه روي كالمفسر الذي ينقل أقوال الناس في التفسير، والفقيه الذي يذكر الأقوال في الفقه، والمصنف الذي يذكر حجج الناس، ليذكر ما ذكره، وإن كان كثير من ذلك لا يعتقد صحته، بل يعتقد ضعفه؛

(۱) (۳۸/۷)۔

(۲) مطبوعہ نسخہ میں "لا يعرف" ہے، لیکن سیاق سے ظاہر ہے کہ یہ "لیرف" ہے۔ اس کی تائید اس سے بھی ہوتی ہے کہ شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے اسی کلام کو (۵۲/۷) میں ذکر کیا ہے، اور وہاں پر انہوں نے کہا ہے: "لأجل المعرفة بذلك"۔



لأنه يقول: أنا نقلت ما ذكر غيري، فالعهدة على القائل لا على الناقل، وهكذا كثير ممن صنف في فضائل العبادات، وفضائل الأوقات، وغير ذلك."

(ابو نعیم نے "الحلیہ" کے شروع میں صحابہ کے فضائل میں، اور کتاب مناقب ابی بکر و عمر و عثمان و علی میں بہت ساری احادیث روایت کی ہیں جن میں سے بعض صحیح اور بعض ضعیف بلکہ بعض تو منکر بھی ہیں۔ آں جناب حدیث کے متعلق جو کچھ نقل کرتے تھے ان کا انہیں علم ہوتا تھا۔ لیکن وہ اور ان کی طرح دوسرے (محدثین کرام) باب میں جو کچھ موجود ہو اسے روایت کرتے ہیں یہ معلوم کرانے کے لئے کہ یہ بھی روایت کی گئی ہے۔ ان کا یہ عمل اس مفسر کی طرح ہے جو اپنی تفسیر میں لوگوں کے اقوال نقل کرتا ہے، اس فقیہ کی طرح ہے جو فقہ کے متعلق اقوال کو ذکر کرتا ہے، اور اس مصنف کی طرح ہے جو لوگوں کے دلائل ذکر کرتا ہے تاکہ جو کچھ لوگوں نے ذکر کیا ہے اسے ذکر کر دیا جائے۔ گرچہ وہ ان میں سے بہت ساری چیزوں کی صحت کا اعتقاد نہیں رکھتا، بلکہ ان کے ضعف کا اعتقاد رکھتا ہے۔ اس لئے کہ وہ یہ کہتا ہے کہ دوسروں نے جو ذکر کیا ہے اسے میں نے صرف نقل کیا ہے۔ اس لئے اس کی ذمہ داری قائل پر عائد کی جائے گی نہ کہ ناقل پر۔ فضائل عبادات، فضائل اوقات وغیرہ (ابواب) پر تصنیف کرنے والوں کا اکثر یہی حال ہے۔)

اور حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں: "من یصنف علی المسانید فإن ظاہر قصده جمع حدیث کل صحابی علی حدة، سواء أکان یصلح للاحتجاج به أم لا" (۱)۔

(۱) انکلت علی کتاب ابن الصلاح لابن حجر (۱/ ۴۴۷)۔

(جو مسانید پر اپنی کتاب ترتیب دیتے ہیں ان کا ظاہری مقصد ہر صحابی کی احادیث کو علیحدہ علیحدہ جمع کرنا ہوتا ہے، چاہے وہ احتجاج کے لائق ہوں یا نہ ہوں۔)

البتہ بعض ائمہ کرام نے اس بات کا اہتمام کیا ہے کہ ہر صحابی کی جو سب سے صحیح احادیث انہیں ملیں گی صرف انہیں کی روایت کریں گے۔ اور ضعیف سندوں سے اس وقت تک روایت نہیں کریں گے جب تک کہ صحیح سند سے ملنا ناممکن نہ ہو جائے۔ جیسا کہ اسحاق بن راہویہ اور یحییٰ بن مخلد رحمہما اللہ کا منہج ہے<sup>(۱)</sup>۔

اور امام احمد رحمہ اللہ نے اپنی مسند میں یہ خیال رکھا ہے کہ اس میں کہیں موضوع احادیث نہ شامل ہو جائیں۔ حالانکہ اس میں بھی بعض احادیث کے تعلق سے محدثین کے مابین اختلاف پایا جاتا ہے کہ وہ موضوع ہیں یا نہیں۔

جہاں تک "خاص موضوع" کی بات ہے تو اس کی مثالیں آپ خطیب بغدادی رحمہ اللہ کی خاص موضوعات پر لکھی گئی کتب میں دیکھ سکتے ہیں، مثلاً: البخلاء، اقتضاء العلم العمل، الفقیہ والمتفقہ، الرحلۃ فی طلب الحدیث، وغیرہ۔

کوئی کہہ سکتا ہے کہ جب خطیب بغدادی رحمہ اللہ علم حدیث کے اتنے جلیل القدر امام ہیں تو ان کی کتب میں اس طرح کی واہی اور منکر روایات کیوں موجود ہیں؟

شیخ البانی رحمہ اللہ نے اقتضاء العلم العمل کی تحقیق میں اس کے مقدمہ میں اس سوال کا جواب دیا ہے، شیخ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

(۱) ملاحظہ فرمائیں: النکت علی کتاب ابن الصلاح لابن حجر (۱/۴۴۷)۔

"أن القاعدة عند علماء الحديث أن المحدث إذا ساق الحديث بسنده، فقد برئت عهده منه، ولا مسئولية عليه في روايته، ما دام أنه قد قرن معه الوسيلة التي تمكن العالم من معرفة ما إذا كان الحديث صحيحًا أو غير صحيح، ألا وهي الإسناد.

نعم، كان الأولى بهم أن يتبعوا كل حديث ببيان درجته من الصحة أو الضعف، ولكن الواقع يشهد أن ذلك غير ممكن بالنسبة لكل واحد منهم وفي جميع أحاديثه على كثرتها، لأسباب كثيرة لا مجال لذكرها الآن، ولكن أذكر منها أهمها، وهي أن كثيرًا من الأحاديث لا تظهر صحتها أو ضعفها إلا بجمع الطرق والأسانيد، فإن ذلك مما يساعد على معرفة علل الحديث، وما يصح من الأحاديث لغيره، ولو أن المحدثين كلهم انصرفوا إلى التحقيق وتمييز الصحيح من الضعيف لما استطاعوا —والله أعلم— أن يحفظوا لنا هذه الثروة الضخمة من الحديث والأسانيد، ولذلك انصبت همة جمهورهم على مجرد الرواية إلا فيما شاء الله، وانصرف سائرهم إلى النقد والتحقيق، مع الحفظ والرواية وقليل ما هم.

"علماء حدیث کا قاعدہ یہ ہے کہ جب کسی محدث نے اپنی سند سے حدیث روایت کر دی تو وہ اپنی ذمہ داری سے سبکدوش ہو گئے۔ جب انہوں نے ایسے وسیلہ کا بندوبست کر دیا جس کے ذریعہ علماء صحیح اور غیر صحیح کی معرفت کر سکتے ہیں تو ان پر مزید کوئی ذمہ داری باقی نہیں رہتی، اور وہ وسیلہ ہے مع الاسناد اسے روایت کرنا۔

ہاں، بہتر تو یہی تھا کہ ہر حدیث کے بعد وہ ان کی صحت اور ضعف کی بھی نشاندہی کر دیتے، لیکن امر واقع اس بات کی گواہی دیتا ہے کہ کثرت احادیث کی بناء پر ہر ایک کے لئے ہر ہر حدیث پر یہ حکم لگانا ممکن نہیں تھا، اس کے بہت سارے اسباب ہیں جن کا ذکر کرنا یہاں ممکن نہیں، ان میں سے سب سے اہم سبب کو یہاں ذکر کر رہا ہوں، وہ یہ کہ بہت ساری احادیث ایسی ہیں کہ تمام طرق اور اسانید کو جمع کئے بغیر ان کی صحت و ضعف اور علتوں کا پتہ نہیں چل پاتا۔ اگر تمام محدثین ان کی تحقیق اور ان

میں سے صحیح اور ضعیف کے درمیان تمیز کرنے کی طرف متوجہ ہو جاتے تو- واللہ اعلم- احادیث و اسانید کا جو یہ ضخیم سرمایہ ہمارے لئے محفوظ کیا ہے، نہ کر پاتے۔ اسی لئے اکثر محدثین کی توجہ صرف روایت حدیث پر مرکوز رہی، اور بہت ہی کم لوگوں نے احادیث کو یاد کرنے اور ان کی روایت کرنے کے ساتھ ساتھ نقد و تحقیق کا بیڑا اٹھایا<sup>(۱)</sup>۔

---

(۱) اقتضاء العلم بالعمل (ص ۴)۔

## ساتواں سبب ضعف کی عدم معرفت

ہو سکتا ہے کہ ذہول و نسیان کی بناء پر یا سند و متن میں کسی مخفی علت کی بناء پر انہیں اس کے ضعف کا علم نہ ہوا ہو، اور اس وجہ سے انہوں نے اسے روایت کر دی ہو۔ اس لئے دلائل و براہین سے اگر اس کا ضعف واضح ہو جائے تو اس سے احتجاج کرنا صحیح نہیں ہے۔

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ النکت<sup>(۱)</sup> میں فرماتے ہیں: "إن بعض من صنف الأبواب قد أخرج فيها الأحاديث الضعيفة بل والباطلة إما لذهول عن ضعفها وإما لقلة معرفة بالنقد".

(بعض وہ محدثین جنہوں نے ابواب پر احادیث کی ترتیب دی ہے ان میں انہوں نے ضعیف بلکہ باطل احادیث کی بھی تخریج کی ہے، ایسا یا تو اس کے ضعف کے تعلق سے ذہول کی بناء پر ہوا ہے یا نقد حدیث کے تعلق سے قلت معرفت کی بناء پر۔)

کسی خاص حدیث میں اگر کوئی خفی علت موجود ہو تو بسا اوقات وہ علت کسی بڑے سے بڑے ماہر فن پر بھی مخفی ہو سکتی ہے، تاہم اس سے ان کی علمی شان پر ذرا بھی آنچ نہیں آتی۔ اس کی مثال آپ امام مسلم رحمہ اللہ کے درج ذیل قصہ میں دیکھ سکتے ہیں:

امام مسلم رحمہ اللہ امام بخاری رحمہ اللہ کے پاس تشریف لاتے ہیں اور ان کی پیشانی کو چومنے کے بعد فرماتے ہیں: "اے استادوں کے استاد، محدثین کے سردار اور علل حدیث کے ڈاکٹر! آپ مجھے اپنی قدم بوسی کی اجازت مرحمت فرمائیں"، پھر ان سے کفارة المجلس والی حدیث کی علت کے تعلق سے سوال کرتے ہیں، کیونکہ بظاہر انہیں اس کی سند میں کوئی علت نظر نہیں آتی، پھر امام بخاری رحمہ اللہ انہیں اس کی علت سے آگاہ کرتے ہیں، تب امام مسلم رحمہ اللہ ان سے فرماتے ہیں کہ "کوئی حاسد ہی آپ سے بغض رکھ سکتا ہے، میں گواہی دیتا ہوں کہ پوری دنیا میں آپ جیسا کوئی دوسرا نہیں ہے" (۱)۔

لہذا ممکن ہے کہ اس حدیث کی روایت کرتے وقت انہیں اس کے ضعف کا علم نہ رہا ہو۔ اور حدیث کو روایت کر دی ہو۔ اسی وجہ سے اپنے موقف سے رجوع کرنے کے واقعات بھی ان سے بہ کثرت مروی ہیں۔

(۱) ملاحظہ فرمائیں: تاریخ بغداد ۲۰/۱۶۷، تہذیب الاسماء واللغات ۱/۷۰، سیر اعلام النبلاء ۱۲/۴۳۶، تاریخ الاسلام

## آٹھواں سبب

### ضعیف احادیث کا ترغیب و ترہیب یا فضائل اعمال کے باب سے ہونا

ہو سکتا ہے کہ وہ ضعیف احادیث عقائد و احکام کے باب میں نہیں بلکہ ترغیب و ترہیب، فضائل اعمال، قصص، زہد یا مکارم اخلاق کے باب سے ہوں، اور ان ابواب میں حدیث کی روایت کرنے میں تساہل برتنا بعض محدثین کے نزدیک معروف و مشہور ہے۔ اور ان سے اس تعلق سے بہ کثرت اقوال مروی ہیں<sup>(۱)</sup>۔

حالانکہ اس تعلق سے راجح یہ ہے کہ احکام اور فضائل کے باب میں کوئی فرق نہیں، جس طرح عقائد و احکام کے باب میں ضعیف حدیث سے احتجاج جائز نہیں اسی طرح فضائل کے باب میں بھی جائز نہیں ہے<sup>(۲)</sup>۔

مسند احمد بن حنبل رحمہ اللہ کی نو احادیث کو بعض علماء نے موضوع قرار دیا ہے۔ جن کا حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے رد کیا ہے اور امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کا ان احادیث کے تعلق سے دفاع کیا ہے، اور اجمالاً ان کا جواب دینے کے بعد مفصل انداز میں ہر ایک حدیث کا انہوں نے جواب پیش کیا ہے۔ اجمالاً جواب دیتے ہوئے فرماتے ہیں:

(۱) ملاحظہ فرمائیں: شرح النووی علی مسلم / ۱۲۵-۱۲۶، قواعد التحدیث للقتاسی ص ۱۱۳-۱۱۶۔

(۲) تفصیل کے لئے ملاحظہ فرمائیں: الحدیث الضعیف وحکم الاحتجاج بہ لعبد الکریم الحنفی ص ۲۹۹، ۳۰۰-۳۰۲۔

"أن الأحاديث التي ذكرها ليس فيها شيء من أحاديث الأحكام في الحلال والحرام، والتساهل في إيرادها مع ترك البيان بحالها شائع، وقد ثبت عن الإمام أحمد وغيره من الأئمة أنهم قالوا: إذا روينا في الحلال والحرام شددنا، وإذا روينا في الفضائل ونحوها تساهلنا" (۱).

(جن احادیث کو انہوں نے ذکر کیا ہے ان میں حلال و حرام کے متعلق احکام کی کوئی حدیث نہیں ہے۔ اور اس طرح کی احادیث کو ان کی حالت بیان کئے بغیر ذکر کرنے میں تساہل برتنا عام ہے۔ نیز امام احمد اور دوسرے ائمہ کرام سے ثابت ہے وہ کہا کرتے تھے: جب ہمیں حلال و حرام کے متعلق روایت کی جاتی ہے تو ہم سختی برتتے ہیں، اور جب فضائل اور اس جیسی دوسری احادیث روایت کی جاتی ہیں تو تساہل برتتے ہیں۔)

(۱) القول المسدود فی الذب عن مسند احمد (ص ۱۱)۔



## نواں سبب کسی مسئلہ سے متعلق صحیح حدیث کا نہ ملنا

بسا اوقات کسی خاص مسئلہ پر استدلال کے لئے انہیں کوئی صحیح حدیث نہیں ملتی، حالانکہ وہ مسئلہ دوسرے شرعی دلائل سے ثابت ہوتا ہے تو ایسے موقع پر ضعیف احادیث کو ذکر کرنے سے گریز نہیں کرتے کیونکہ ان کا دار و مدار ان ضعیف روایات پر نہیں بلکہ دوسرے معتبر دلائل پر ہوتا ہے۔

امام ابو داود رحمہ اللہ اپنے منہج کو ذکر کرتے ہوئے صراحتاً فرماتے ہیں:

"وإن من الأحاديث في كتابي السنن ما ليس بمتصل وهو مرسل ومدلس، وهو إذا لم توجد الصحاح عند عامة أهل الحديث على معنى أنه متصل، وهو مثل: الحسن عن جابر... الخ" (۱)۔

(میری کتاب السنن میں بعض احادیث ایسی ہیں جو غیر متصل، مرسل و مدلس ہیں۔ اور عام محدثین اس پر۔ یعنی مرسل و مدلس پر۔ جب صحیح حدیث نہ ملے تو متصل ہی کا حکم لگاتے ہیں۔ جیسے حسن عن جابر کی روایت۔)

سنن ابی داود سے "حسن عن جابر" کی سند سے ایک حدیث بطور مثال پیش خدمت ہے:

امام ابو داود باب قائم کرتے ہیں: "باب من يقتل بعد أخذ الدية" (۲)۔

(۱) رسالۃ ابی داود الی اہل مکہ (ص ۳۰)۔

(۲) سنن ابی داود (۴/۱۷۳)۔

اور پھر اس باب کے تحت کسی صحیح حدیث کے نہ ملنے کی وجہ سے درج ذیل حدیث روایت کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"حدثنا موسى بن إسماعيل، حدثنا حماد، أخبرنا مطر الوراق وأحسبه عن الحسن، عن جابر بن عبد الله، قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: «لا أعفي من قتل بعد أخذه الدية»" (۱)۔

یہ روایت حسن بصری اور جابر رضی اللہ عنہ کے درمیان انقطاع کی وجہ سے ضعیف ہے۔ امام علی بن المدینی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ حسن نے جابر رضی اللہ عنہ سے نہیں سنا ہے (۲)۔

عبدالحق الاشعری رحمہ اللہ اسے ذکر کرنے کے بعد فرماتے ہیں: "هذا حديث منقطع" (۳)۔

یہاں پر اصل مسئلہ چونکہ شریعت کے عمومی قواعد کے موافق ہے (۴) اس لئے امام ابو داؤد نے "حسن عن جابر" کی سند سے ہونے کے باوجود اسے روایت کرنا مناسب سمجھا جیسے کہ انہوں نے اپنے رسالہ میں بیان کیا ہے۔

(۱) سنن ابی داؤد (۴/۱۷۳) حدیث نمبر (۴۵۰۷)۔

(۲) ملاحظہ فرمائیں: المراسیل لابن ابی حاتم (ص ۲۹-۳۰)، تہذیب التہذیب (۲/۲۶۷)۔

(۳) الاحکام الوسطی (۴/۶۴)۔

(۴) مثلاً اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے: ﴿فَمَنْ اعْتَدَىٰ بَعْدَ ذَلِكَ فَلَهُ عَذَابٌ أَلِيمٌ﴾ [البقرة: ۱۷۸]۔

اس آیت کی تفسیر میں ابن عباس رضی اللہ عنہ، مجاہد، ربیع، عطاء، حسن، سدی، ابن زید اور قتادہ فرماتے ہیں: "أي

بعد أخذه الدية"۔ دیکھیں: تفسیر طبری (۳/۳۷۶-۳۷۸)، المغنی لابن قدامہ (۸/۳۵۵)۔

## دسواں سبب تنقیح و تمحیص کی فرصت نہ ملنا

ہو سکتا ہے کہ کثرت مصروفیات اور بڑھاپے کی بناء پر انہیں ان احادیث کی بحث و تحقیق کی کما حقہ فرصت نہ مل سکی ہو، اور ان کی توجہ احادیث کو حتی الامکان جمع کرنے پر مرکوز رہی ہو۔ جس کی مثالیں امام حاکم رحمہ اللہ کی "المستدرک علی الصحیحین" میں دیکھی جاسکتی ہیں۔

امام حاکم رحمہ اللہ نے ساٹھ یا ستر سال کی عمر میں اس کتاب کی تصنیف کی تھی، جس وقت ان کا حافظہ کمزور ہو چکا تھا اور اوہام کے شکار ہونے لگے تھے تاہم اختلاط کی حد تک نہیں پہنچے تھے۔ ان کے مقدمہ کو پڑھنے پر معلوم ہوتا ہے کہ وہ حتی الامکان زیادہ سے زیادہ صحیح احادیث کو جمع کرنے کے حد درجہ حریص تھے، کثرت مصروفیات کی بناء پر انہیں کتاب کی تنقیح اور تبیض کی فرصت نہیں ملی تھی، صرف ربع اول کی تبیض کر پائے تھے کہ ان کی وفات ہو گئی۔ اس لئے ربع اول میں ضعیف روایات بہت ہی کم ہیں بنسبت باقی کتاب کے<sup>(۱)</sup>۔

(۱) تفصیل کے لئے ملاحظہ فرمائیں: لسان المیزان (۵/۲۳۳)، تدریب الراوی (۱/۱۰۶)، المستدرک (۱/۴۱-۴۲)۔

## گیارہواں سبب

### ضعیف احادیث کو ایک جگہ جمع کر دینا

کتب حدیث میں بعض کتابیں ایسی ہیں جن میں ان کے مصنفین نے ضعیف و موضوع احادیث کو ایک جگہ جمع کرنے کی کوشش کی ہے۔ ان کتب میں ان کا مقصد ضعیف احادیث تک آسانی سے پہنچنا اور امت کو ان کے خطرات سے آگاہ کرنا ہے جیسے کہ پہلے بھی بیان کیا جا چکا ہے۔

لہذا ان کتب میں کسی حدیث کے پائے جانے کی وجہ سے اس سے احتجاج اور استدلال کرنا ان کتب کے اسباب تالیف سے عدم واقفیت کی دلیل ہے۔

بہت سارے محدثین کرام نے اس طرح کی کتب تصنیف کی ہیں، جن میں سے بعض مطبوع اور بعض ناپید ہیں۔

ذیل میں اس طرح کی چند کتب کا نام پیش کیا جا رہا ہے۔

- ۱- الموضوعات لأبي سعيد محمد بن علي بن عمرو النقاش الأصبهاني (ت ۴۱۴ هـ).
- ۲- تذكرة الموضوعات لأبي الفضل محمد بن طاهر المعروف بابن القيسراني (ت ۵۰۷ هـ).
- ۳- الأباطيل والمناكير والصحاح والمشاهير للحسين بن إبراهيم الجورقاني (ت ۵۴۳ هـ).
- ۴- الموضوعات للحافظ أبي الفرج ابن الجوزي (ت ۵۹۷ هـ).
- ۵- العقيدة الصحيحة في الموضوعات الصريحة لأبي حفص عمر ابن بدر الموصلي (ت ۶۲۲ هـ).
- ۶- الموضوعات لأبي الفضل الحسن بن محمد بن الحسن الصغاني (ت ۶۵۰ هـ).

سابقہ سطور میں ایسے اسباب کو بیان کرنے کی کوششیں کی گئیں جن کی وجہ سے محدثین کرام نے اپنی معتبر کتب میں ضعیف اور بسا اوقات موضوع احادیث کی بھی روایتیں کی ہیں۔ لیکن بسا اوقات حدیث تو ضعیف نہیں ہوتی البتہ کسی خاص محدث نے اپنی کتاب میں اسے ضعیف سند سے ذکر کیا ہوتا ہے۔ اس کے متعلق بھی بعض لوگوں کو غلط فہمیاں ہوتی ہیں۔ بعض حضرات اس وجہ سے انہیں مورد الزام ٹھہراتے ہیں اور بعض حضرات معتبر کتب میں موجودگی کی وجہ سے انہیں اسانید پر بھی صحت کا حکم لگاتے ہیں۔ یہ افراط و تفریط ہے۔ اب آئندہ سطور میں اس تعلق سے روشنی ڈالنے کی کوشش کی جا رہی ہے۔

## صحیح احادیث کو ضعیف اسانید سے روایت کرنے کی وجہ

بسا اوقات بعض طرق کے متعلق اعتراض کیا جاتا ہے کہ گرچہ حدیث کی صحت پر کوئی کلام نہیں ہے، اس کی صحت مسلم ہے لیکن جس طریق سے انہوں نے حدیث روایت کی ہے وہ طریق صحیح نہیں ہے۔ آخر ایسا کیوں ہے؟ کیا ان معتبر کتب میں ان ضعیف راویوں سے روایت کرنا مناسب تھا؟

تو اس کا جواب یہ ہے کہ اس کے متعدد اسباب ہو سکتے ہیں۔ ان اسباب میں سے ایک قوی ترین سبب ضعیف طریق کے ذریعہ عالی سند حاصل کرنا ہے۔

کبھی ایسا ہوتا ہے کہ کوئی حدیث محدثین کرام کے پاس صحیح سند سے موجود ہوتی ہے اور اس کی صحت اہل علم کے مابین معروف بھی ہوتی ہے لیکن اس کی سند نازل ہوتی ہے، جب وہی حدیث ان کو کسی عالی سند سے مل جاتی ہے تو اسے بیان کرنے سے گریز نہیں کرتے، کیونکہ عالی سند کا حصول محدثین کے نزدیک باعث عزت و شرف ہے۔

اس کی مثالیں آپ بہ کثرت "کتب المستخرجات" میں دیکھ سکتے ہیں۔ کیونکہ اصحاب المستخرجات کا اصل مقصد حدیث کی صحت نہیں بلکہ عالی سند کا حصول ہوتا ہے، اگر صحیح سند سے مل جائے تو زہے نصیب ورنہ ضعیف سند سے روایت کرنے سے پیچھے نہیں ہٹتے۔

مسند ابو عوانہ کے محققین اپنے مقدمہ میں لکھتے ہیں:

أخرج أبو عوانة في كتابه لجماعة من الضعفاء، بل وفيهم بعض المتروكين والكذابين، لكن على سبيل الندرة، وليس هذا غريباً، لأن أصحاب المستخرجات ومنهم أبو عوانة، إنما جل قصدهم أن يعلو إسنادهم في الأحاديث التي يخرجونها، ويجتهدون أن يكونوا هم والمخرج عليهم سواء، فإن فاتهم ذلك فأعلى ما يرونه، فمن ثم فإنهم لا يلتزمون في أسانيدهم

الصَّحَّةَ، لَأَنَّ هَذَا لَيْسَ هُوَ قَصْدُهُمُ الْأَصْلِيّ، فَمَثَلًا رُبَّمَا لَا يَقَعُ لِأَبِي عَوَانَةَ الْحَدِيثُ إِلَّا مِنْ طَرِيقٍ رَجُلٍ ضَعِيفٍ، فَيَتَسَاهَلُ فِي ذَلِكَ، لِأَنَّ أَصْلَ الْحَدِيثِ صَحِيحٌ مَعْرُوفٌ، مِنْ غَيْرِ طَرِيقٍ ذَاكَ الضَّعِيفِ، وَالْقَصْدُ إِنَّمَا هُوَ الْعُلُوُّ وَقَدْ حَصَلَ<sup>(۱)</sup>.

(ابو عوانہ نے اپنی کتاب میں ضعفاء کی ایک جماعت کی احادیث روایت کی ہیں۔ بلکہ اس میں بعض متروک اور کذاب روایات بھی ہیں لیکن وہ نادر ہیں۔ اور یہ کوئی باعث تعجب نہیں کیونکہ مستخرجات کے مصنفین۔ جن میں سے ابو عوانہ بھی ہیں۔ کا زیادہ تر مقصد یہ ہوتا ہے کہ جن احادیث کی تخریج کریں ان میں ان کی سند عالی ہو۔ اور کوشش کرتے ہیں کہ وہ اور جن اصحاب کتب پر انہوں نے استخراج کیا ہے دونوں ایک طبقہ میں ہو جائیں۔ اگر یہ ممکن نہ ہو تو حتی الامکان عالی سند کی کوشش کرتے ہیں۔ اسی وجہ سے وہ اپنی اسانید میں صحت کا التزام نہیں کرتے، کیونکہ یہ ان کا اصل مقصد ہوتا ہی نہیں۔ مثلاً بسا اوقات ابو عوانہ کو کوئی حدیث صرف ضعیف راوی کے طریق سے ملتی ہے تو وہ اس میں تساہل برتتے ہیں، کیونکہ اصل حدیث اس ضعیف راوی کے علاوہ کسی دوسرے طریق سے صحیح اور معروف ہوتی ہے۔ اور یہاں مقصد سند عالی کا حصول ہے جو کہ حاصل ہو گئی۔)

بطور مثال ایک حدیث پیش خدمت ہے:

عن النبي صلى الله عليه وسلم قال: "خمس لا جناح على من قتلهن في الحرم والإحرام: الفأرة، والعقرب، والغراب، والحدأة والكلب العقور".

(۱) المسند الصحيح للخروج على صحيح مسلم لابی عوانہ (مقدمہ / ۹۱)۔

اس حدیث کو امام مسلم رحمہ اللہ نے اپنی صحیح<sup>(۱)</sup> میں درج ذیل سند سے روایت کی ہے، فرماتے

ہیں:

حدثني زهير بن حرب، وابن أبي عمر، جميعا عن ابن عيينة، قال زهير: حدثنا سفيان بن عيينة، عن الزهري، عن سالم، عن أبيه رضي الله عنه، عن النبي صلى الله عليه وسلم قال: "خمس لا جناح على من قتلهن... الحديث.

امام مسلم اور ابن عیینہ کے مابین یہاں ایک واسطہ ہے زہیر بن حرب اور ابن ابی عمر کا۔ دونوں نے ابن عیینہ سے مذکورہ حدیث روایت کی ہے۔

اسی حدیث کو ابو عوانہ الاسفرائینی نے اپنی مستخرج<sup>(۲)</sup> میں اس سند سے روایت کی ہے، فرماتے ہیں:

حدثنا شعيب بن عمرو الدمشقي، وأحمد بن الحسن ابن القاسم أبو القاسم المعروف برسول نفسه، قالوا: حدثنا سفيان بن عيينة، عن الزُّهري، عن سالم، عن أبيه يبلُغُ به النَّبِيُّ - صلى الله عليه وسلم -، قال: "خمسٌ لا جناحَ على من قتلهنَّ... الحديث.

غور فرمائیں! یہاں پر ابو عوانہ الاسفرائینی اور ابن عیینہ کے مابین بھی صرف ایک ہی واسطہ ہے شعیب بن عمرو الدمشقی اور احمد بن الحسن ابن القاسم أبو القاسم المعروف برسول نفسه کا۔ اگر ابو عوانہ الاسفرائینی رحمہ اللہ اس حدیث کو امام مسلم سے روایت کرتے تو ابن عیینہ اور ان کے درمیان دو واسطے ہو جاتے، امام مسلم اور ان کے دونوں شیوخ کا جنہوں نے ابن عیینہ سے اسے روایت کی ہے۔ اس صورت میں یہ نازل سند ہوتی۔

(۱) (۲/۸۵۷) حدیث نمبر (۱۱۹۹)۔

(۲) (۹/۱۳۲) حدیث نمبر (۳۶۱۳)۔



لیکن چونکہ اصل حدیث صحیحین کی روایت سے ثابت تھی، اور اس کی صحت مشہور و معروف تھی اس لئے سند عالی حاصل کرنے کے لئے اسے امام مسلم کی صحیح سند سے نہ روایت کر کے "شعیب بن عمرو والد مشقی اور احمد بن الحسن ابن القاسم ابو القاسم المعروف برسول نفسہ" کی ضعیف سند سے انہوں نے روایت کی۔

امام ابو عوانہ کی مذکورہ سند ضعیف ہے کیونکہ ان کے شیخ شعیب بن عمرو والد مشقی کی کسی امام جرح و تعدیل کی جانب سے توثیق نہ مل سکی۔ ابن عساکر نے تاریخ دمشق<sup>(۱)</sup> میں اور حافظ ذہبی نے تاریخ الاسلام<sup>(۲)</sup> اور سیر اعلام النبلاء<sup>(۳)</sup> میں ان کا ترجمہ ذکر کیا ہے لیکن کوئی جرح و تعدیل ذکر نہیں کی ہے۔ اور ان کے دوسرے شیخ احمد بن الحسن ابن القاسم ابو القاسم المعروف برسول نفسہ متروک ہیں۔ ابن حبان<sup>(۴)</sup> نے ان پر حدیث گھڑنے کا الزام لگایا ہے۔ اور دارقطنی<sup>(۵)</sup> و ذہبی<sup>(۶)</sup> نے انہیں متروک کہا ہے۔

ان کی کتاب "المستخرج علی صحیح مسلم" میں اس طرح کی متعدد مثالیں موجود ہیں۔

(۱) (۱۱۲/۲۳) ترجمہ نمبر (۲۷۴۸)۔

(۲) (۳۴۳/۶) ترجمہ نمبر (۲۵۵)۔

(۳) (۳۰۴/۱۲) ترجمہ نمبر (۱۱۳)۔

(۴) الحجر و حین لابن حبان (۱/۱۴۵)۔

(۵) الضعفاء والمتروکین للدارقطنی (ص ۱۱۸)۔

(۶) میزان الاعتدال (۱/۹۰-۹۱)۔

بلکہ امام مسلم رحمہ اللہ کی "صحیح" میں بھی اس کی مثالیں موجود ہیں، جس میں انہوں نے بعض ضعیف راویوں اور دوسرے طبقہ کے چند متوسط راویوں سے روایات ذکر کی ہیں جو ان کی صحیح کی شرط پر پورے نہیں اترتے، بعض لوگوں نے اس تعلق سے ان پر اعتراض بھی کیا ہے، امام نووی رحمہ اللہ نے اپنی شرح میں ان اعتراضات کے متعدد جوابات دئے ہیں، جن میں سے ایک جواب یہ ہے:

أَنْ يَعْلُوَ بِالشَّخْصِ الضَّعِيفِ إِسْنَادَهُ، وَهُوَ عِنْدَهُ مِنْ رِوَايَةِ الثَّقَاتِ نَازِلٌ، فَيَقْتَصِرُ عَلَى الْعَالِي، وَلَا يَطُولُ بِإِضَافَةِ النَّازِلِ إِلَيْهِ، مَكْتَفِيًا بِمَعْرِفَةِ أَهْلِ الشَّأْنِ فِي ذَلِكَ، وَهَذَا الْعِذْرُ قَدْ رُوِيَ عَنْهُ تَنْصِيصًا<sup>(۱)</sup>.

(وہ اس ضعیف شخص کے ذریعہ سند عالی حاصل کرنا چاہتے ہیں، کیونکہ مذکورہ حدیث ان کے پاس ثقہ راویوں سے سند نازل کے ساتھ ہے، پس ایسے مواقع پر سند عالی پر اکتفاء کرتے ہیں اور طوالت کے خوف سے سند نازل کو ذکر نہیں کرتے، کیونکہ اہل فن کے مابین وہ حدیث معروف ہوتی ہے، یہ عذر امام مسلم سے ہی ہمیں نصار روایت کی گئی ہے۔)

اور امام مسلم رحمہ اللہ کا قول ہے:

"إِنَّمَا أَدْخَلْتُ مِنْ حَدِيثِ أَسْبَاطِ وَقَطْنٍ وَأَحْمَدَ مَا قَدْ رَوَاهُ الثَّقَاتُ عَنْ شَيْوْخِهِمْ إِلَّا أَنَّهُ رِمَا وَقَعَ إِلَيَّ عَنْهُمْ بَارْتِفَاعٌ وَيَكُونُ عِنْدِي مِنْ رِوَايَةِ أَوثَقَ مِنْهُمْ بِنَزُولٍ فَأَقْتَصِرُ عَلَى ذَلِكَ، وَأَصْلُ الْحَدِيثِ مَعْرُوفٌ مِنْ رِوَاةِ الثَّقَاتِ"<sup>(۲)</sup>.

(۱) شرح النووي علی مسلم (۱/ ۲۵).

(۲) شرح النووي علی مسلم (۱/ ۲۵).

(جن احادیث کو ثقہ راویوں نے اپنے شیوخ سے روایت کی ہیں انہیں میں نے اسباط، قطن اور احمد سے اس لئے روایت کی ہیں کیونکہ وہ مجھے ان کے واسطے سے سند عالی کے ساتھ ملیں اور ثقہ راویوں سے سند نازل کے ساتھ، پس سند عالی کے ساتھ ہی میں نے روایت کرنے پر اکتفاء کیا، کیونکہ اصل حدیث ثقہ راویوں کی روایت سے مشہور و معروف تھی۔)

## خلاصہ کلام

اللہ رب العالمین کا بے پایاں احسان اور کرم ہے کہ اس نے خاکسار کو اس اہم موضوع پر کچھ قلمبند کرنے کی توفیق عطا فرمائی۔

اب اس رسالہ کے آخر میں مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اس بحث میں جس نتیجہ پر پہنچا ہوں اس کا خلاصہ اور نچوڑ پیش کر دوں، تاکہ جن حضرات کے پاس پورا رسالہ پڑھنے کی فرصت نہ ہو وہ اس "خلاصہ کلام" کو پڑھ کر اصل نتیجہ تک پہنچ سکیں۔

"ضعیف" اس حدیث کو کہتے ہیں جس میں قبولیت کی صفات نہ پائی جائیں۔

اور کسی حدیث کی قبولیت کی چھ شرطیں ہیں: ۱۔ سند کا متصل ہونا۔ ۲۔ روات کا عادل ہونا۔ ۳۔ ان کا ضابطہ ہونا۔ ۴۔ ضعف خفیف کی صورت میں اس کا متعدد طرق سے وارد ہونا۔ ۵۔ شذوذ سے پاک ہونا۔ ۶۔ علت قادحہ سے پاک ہونا۔

کسی حدیث کے ضعیف ہونے کے بہت سارے اسباب ہوتے ہیں، جیسا کہ گذر چکا ہے۔

محدثین کرام کے ہاں ان احادیث کو سرے سے ہی اپنی کتب میں جگہ نہ دینا اس کا صحیح حل نہیں تھا، کیونکہ یہ احادیث سماج میں رائج ہو رہی تھیں اور بہت سارے لوگ ناواقفیت کی بنا پر ان پر عمل پیرا بھی تھے۔ اس لئے انہوں نے ان احادیث کو مع الاسناد روایت کرنے اور اسانید میں واقع روات پر کلام کرنے کا اہتمام کیا تاکہ علماء خصوصاً اس میدان سے تعلق رکھنے والوں کو سند دیکھ کر ہی حدیث کی استنادی حیثیت کا علم ہو جائے۔ مع الاسناد انہیں روایت کر کے گویا کہ انہوں نے رد و قبول کے اعتبار سے ان کی حالت بھی بیان کر دی۔

مزید یہ کہ انہوں نے روایت کرنے کے بعد اس پر کلام کرنا بھی شروع کیا جیسے کہ ترمذی، ابو داود، نسائی، طبرانی و بیہقی وغیرہ کی کتب میں اس کی بہ کثرت مثالیں موجود ہیں۔ اس کے لئے مستقل کتب بھی تصنیف کیں تاکہ کتاب کے عنوان سے ہی قاری کو حدیث کے ضعف کا علم ہو جائے۔

اس کے علاوہ بھی ان احادیث کو اپنی کتب میں جگہ دینے کے ان کے بہت سارے اغراض و مقاصد ہیں۔ جن کے حصول کے لئے اپنی کتب کو ان ضعیف احادیث سے خالی رکھنا انہیں مناسب نہ محسوس ہوا۔

اس لئے ان اغراض و مقاصد کو جانے بغیر صرف ان کی کتب میں ان کے وجود سے انہیں قابل عمل و احتجاج سمجھنا نادانی کے سوا کچھ نہیں۔ اور اس وجہ سے ان پر طعن و تشنیع کرنا ظلم ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس سے محفوظ رکھے۔

ہمیں چاہیئے کہ ہم ان کا عذر تلاش کریں، نہ کہ انہیں مورد الزام ٹھہرائیں۔ ذیل میں ان اغراض و مقاصد، اعذار اور اسباب کو اجمالاً ذکر کیا جا رہا ہے۔ (تفصیلی معلومات کے لئے اصل رسالہ کی طرف رجوع فرمائیں۔)

- ۱- سابقہ باب اور اس میں بیان کردہ حدیث کی ضدیت کو بیان کرنا۔
- ۲- حکم لگانے میں اجتہاد کے اختلاف کی رعایت اور احتیاطی پہلو کا اختیار کرنا۔
- ۳- اعتبار، استثناس اور تمیز کے لئے انہیں اپنی کتب میں جگہ دی، احتجاج کے لئے نہیں۔
- ۴- بعض ائمہ کرام کا ضعیف حدیث کی بعض اقسام کو قابل عمل سمجھنا۔
- ۵- خاص باب یا کسی خاص صحابی کی تمام احادیث کو جمع کرنا۔
- ۶- ضعف کا علم نہ ہونا۔

۷- ان کا ترغیب و ترہیب یا فضائل اعمال کے باب سے ہونا۔

۸- مسئلہ کے متعلق کسی صحیح حدیث کا نہ ملنا۔

۹- تنقیح و تمحیص کی فرصت نہ پانا۔

۱۰- بعض فقہاء کرام کا ان ضعیف روایات سے استدلال کرنا۔

۱۱- ضعیف احادیث کو ایک جگہ جمع کر دینا۔

ضعیف روایات سے امت کو آگاہ کرنے کے طریقے اور ان کو اپنی کتب میں جگہ دینے کے مذکورہ اغراض و مقاصد، اعذار اور اسباب کو جاننے کے بعد ہر انصاف پسند شخص یہ کہنے پر مجبور ہو گا کہ انہوں نے ضعیف و موضوع روایات کے اثر سے امت کو محفوظ رکھنے کے جو سب سے مؤثر اور کارگر طریقے ہو سکتے تھے انہیں اختیار کیا۔ جن پر ہمیں ان کا احسان مند ہونا چاہیے اور ان کے لئے دل سے دعائیں کرنا چاہیے، نہ کہ ہم انہیں طعن و تشنیع کا نشانہ بنائیں، اور انہیں مورد الزام ٹھہرائیں۔

ربنا اغفر لنا ولإخواننا الذين سبقونا بالإيمان ولا تجعل في قلوبنا غلا للذين آمنوا ربنا

إنك رؤوف رحيم.

## فهرست مصادر ومراجع

- ١- الأحكام الوسطى من حديث النبي صلى الله عليه وسلم لعبد الحق بن عبد الرحمن بن عبد الله بن الحسين بن سعيد إبراهيم الأزدي، الأندلسي الأشبيلي، المعروف بابن الخراط (المتوفى: ٥٨١ هـ)، تحقيق: حمدي السلفي، صبحي السامرائي، الناشر: مكتبة الرشد للنشر والتوزيع، الرياض - المملكة العربية السعودية، عام النشر: ١٤١٦ هـ - ١٩٩٥ م.
- ٢- اقتضاء العلم العمل لأبي بكر أحمد بن علي بن ثابت بن أحمد بن مهدي الخطيب البغدادي (المتوفى: ٤٦٣ هـ)، المحقق: محمد ناصر الدين الألباني، الناشر: المكتب الإسلامي - بيروت، الطبعة: الرابعة، ١٣٩٧.
- ٣- تاريخ الإسلام ووفيات المشاهير والأعلام لشمس الدين أبي عبد الله محمد بن أحمد بن عثمان بن قايماز الذهبي (المتوفى: ٧٤٨ هـ)، المحقق: الدكتور بشار عواد معروف، الناشر: دار الغرب الإسلامي، الطبعة: الأولى، ٢٠٠٣ م.
- ٤- تاريخ بغداد لأبي بكر أحمد بن علي بن ثابت بن أحمد بن مهدي الخطيب البغدادي (المتوفى: ٤٦٣ هـ)، المحقق: الدكتور بشار عواد معروف، الناشر: دار الغرب الإسلامي - بيروت، الطبعة: الأولى، ١٤٢٢ هـ - ٢٠٠٢ م.
- ٥- تاريخ دمشق لأبي القاسم علي بن الحسن بن هبة الله المعروف بابن عساكر (المتوفى: ٥٧١ هـ)، المحقق: عمرو بن غرامة العمروي، الناشر: دار الفكر للطباعة والنشر والتوزيع، عام النشر: ١٤١٥ هـ - ١٩٩٥ م.
- ٦- تحرير علوم الحديث لعبد الله بن يوسف الجديع، الناشر: مؤسسة الريان للطباعة والنشر والتوزيع، بيروت - لبنان، الطبعة: الأولى، ١٤٢٤ هـ - ٢٠٠٣ م.

- ٧- تدريب الراوي في شرح تقريب النواوي لعبد الرحمن بن أبي بكر، جلال الدين السيوطي (المتوفى: ٩١١هـ)، حققه: أبو قتيبة نظر محمد الفاريابي، الناشر: دار طيبة.
- ٨- التعديل والتجريح لمن خرج له البخاري في الجامع الصحيح لأبي الوليد سليمان بن خلف بن سعد بن أيوب بن واث التحيي القرطي الباجي الأندلسي (المتوفى: ٤٧٤هـ)، المحقق: د. أبو لبابة حسين، الناشر: دار اللواء للنشر والتوزيع - الرياض، الطبعة: الأولى، ١٤٠٦ - ١٩٨٦م.
- ٩- التمهيد لما في الموطأ من المعاني والأسانيد لأبي عمر يوسف بن عبد الله بن محمد بن عبد البر بن عاصم النمري القرطي (المتوفى: ٤٦٣هـ)، تحقيق: مصطفى بن أحمد العلوي، محمد عبد الكبير البكري، الناشر: وزارة عموم الأوقاف والشؤون الإسلامية - المغرب، عام النشر: ١٣٨٧هـ.
- ١٠- التنكيل بما في تأنيب الكوثري من الأباطيل لعبد الرحمن بن يحيى بن علي بن محمد المعلمي العتمي اليماني (المتوفى: ١٣٨٦هـ)، مع تخریجات وتعليقات: محمد ناصر الدين الألباني - زهير الشاويش - عبد الرزاق حمزة، الناشر: المكتب الإسلامي، الطبعة: الثانية، ١٤٠٦ هـ - ١٩٨٦م.
- ١١- تهذيب الأسماء واللغات لأبي زكريا محيي الدين يحيى بن شرف النووي (المتوفى: ٦٧٦هـ)، عنيت بنشره وتصحيحه والتعليق عليه ومقابلة أصوله: شركة العلماء بمساعدة إدارة الطباعة المنيرية، يطلب من: دار الكتب العلمية، بيروت - لبنان.
- ١٢- تهذيب التهذيب لأبي الفضل أحمد بن علي بن محمد بن أحمد بن حجر العسقلاني (المتوفى: ٨٥٢هـ)، الناشر: مطبعة دائرة المعارف النظامية، الهند، الطبعة: الطبعة الأولى، ١٣٢٦هـ.



- ١٣- تيسير العزيز الحميد في شرح كتاب التوحيد الذي هو حق الله على العبيد لسليمان بن عبد الله بن محمد بن عبد الوهاب (المتوفى: ١٢٣٣هـ)، المحقق: زهير الشاويش، الناشر: المكتب الإسلامي، بيروت، دمشق، الطبعة: الأولى، ١٤٢٣هـ/ ٢٠٠٢م.
- ١٤- جامع البيان في تأويل القرآن المعروف بتفسير الطبري لمحمد بن جرير بن يزيد بن كثير بن غالب الآملي، أبي جعفر الطبري (المتوفى: ٣١٠هـ)، المحقق: أحمد محمد شاكر، الناشر: مؤسسة الرسالة، الطبعة: الأولى، ١٤٢٠ هـ - ٢٠٠٠ م.
- ١٥- الجامع لمحمد بن عيسى بن سَؤرة بن موسى بن الضحاك، الترمذي، أبي عيسى (المتوفى: ٢٧٩هـ)، المحقق: بشار عواد معروف، الناشر: دار الغرب الإسلامي - بيروت، سنة النشر: ١٩٩٨ م.
- ١٦- الحديث الضعيف وحكم الاحتجاج به للدكتور عبد الكريم بن عبد الله الخضير، الناشر: مكتبة المنهاج الرياض، الطبعة: الرابعة، ١٤٣١هـ.
- ١٧- رسالة أبي داود إلى أهل مكة وغيرهم في وصف سننه لأبي داود سليمان بن الأشعث بن إسحاق بن بشير بن شداد بن عمرو الأزدي السَّجِسْتَانِي (المتوفى: ٢٧٥هـ)، المحقق: محمد الصباغ، الناشر: دار العربية - بيروت.
- ١٨- السنن لأبي داود سليمان بن الأشعث بن إسحاق بن بشير بن شداد بن عمرو الأزدي السَّجِسْتَانِي (المتوفى: ٢٧٥هـ)، المحقق: محمد محيي الدين عبد الحميد، الناشر: المكتبة العصرية، صيدا - بيروت.
- ١٩- سير أعلام النبلاء لشمس الدين أبي عبد الله محمد بن أحمد بن عثمان بن قَائِمَاز الذهبي (المتوفى: ٧٤٨هـ)، المحقق: مجموعة من المحققين بإشراف الشيخ شعيب الأرناؤوط، الناشر: مؤسسة الرسالة، الطبعة: الثالثة، ١٤٠٥ هـ / ١٩٨٥ م.

- ۲۰- شرح اختصار علوم الحديث للدكتور إبراهيم بن عبد الله بن عبد الرحمن اللاحم، یہ کتاب مکتبہ شاملہ میں شیخ کے دروس سے مفرغ ہے۔
- ۲۱- شرح التبصرة والتذكرة لأبي الفضل زين الدين عبد الرحيم بن الحسين بن عبد الرحمن بن أبي بكر بن إبراهيم العراقي (المتوفى: ۸۰۶ھ)، المحقق: عبد اللطيف الهميم - ماهر ياسين فحل، الناشر: دار الكتب العلمية، بيروت - لبنان، الطبعة: الأولى، ۱۴۲۳ھ - ۲۰۰۲م.
- ۲۲- شرح علل الترمذي لزين الدين عبد الرحمن بن أحمد بن رجب بن الحسن، السلامي، البغدادي، ثم الدمشقي، الحنبلي (المتوفى: ۷۹۵ھ)، المحقق: الدكتور همام عبد الرحيم سعيد، الناشر: مكتبة المنار - الزرقاء - الأردن، الطبعة: الأولى، ۱۴۰۷ھ - ۱۹۸۷م.
- ۲۳- شروط الأئمة الستة لأبي الفضل محمد بن طاهر المقدسي المعروف بابن القيسراني (المتوفى: ۵۰۷ھ)، الناشر: دار الكتب العلمية بيروت لبنان، الطبعة: الأولى، ۱۴۰۵ھ.
- ۲۴- الصحيح لمحمد بن إسماعيل أبي عبد الله البخاري الجعفي، المحقق: محمد زهير بن ناصر الناصر، الناشر: دار طوق النجاة (مصورة عن السلطانية بإضافة ترقيم محمد فؤاد عبد الباقي)، الطبعة: الأولى، ۱۴۲۲ھ.
- ۲۵- الصحيح لمسلم بن الحجاج أبي الحسن القشيري النيسابوري (المتوفى: ۲۶۱ھ)، المحقق: محمد فؤاد عبد الباقي، الناشر: دار إحياء التراث العربي - بيروت.
- ۲۶- الضعفاء والمتروكون لأبي الحسن علي بن عمر بن أحمد بن مهدي بن مسعود بن النعمان بن دينار البغدادي الدارقطني (المتوفى: ۳۸۵ھ)، المحقق: د. عبد الرحيم

محمد القشقرى، أستاذ مساعد بكلية الحديث بالجامعة الإسلامية، الناشر: مجلة الجامعة الإسلامية بالمدينة المنورة.

٢٧- علوم الحديث مطالعه وتعارف، مرتب: رفيق احمد رئيس سلفى، ناشر: مقامى جمعيت اهل حديث  
سول لائنس، على گڑھ، يوبى، سال طباعت ١٩٩٩ء.

٢٨- فتح الباري شرح صحيح البخاري لأحمد بن علي بن حجر أبي الفضل العسقلاني  
الشافعي، الناشر: دار المعرفة - بيروت، ١٣٧٩، رقم كتبه وأبوابه وأحاديثه: محمد  
فؤاد عبد الباقي، قام بإخراجه وصححه وأشرف على طبعه: محب الدين الخطيب،  
عليه تعليقات العلامة: عبد العزيز بن عبد الله بن باز.

٢٩- فتح المغيـث بشرح الفية الحديث للعراقي لشمس الدين أبو الخير محمد بن عبد  
الرحمن بن محمد بن أبي بكر بن عثمان بن محمد السخاوي (المتوفى: ٩٠٢هـ)،  
المحقق: علي حسين علي، الناشر: مكتبة السنة - مصر، الطبعة: الأولى، ١٤٢٤هـ  
/ ٢٠٠٣م.

٣٠- قواعد التحديث من فنون مصطلح الحديث لمحمد جمال الدين بن محمد سعيد بن  
قاسم الحلاق القاسمي (المتوفى: ١٣٣٢هـ)، الناشر: دار الكتب العلمية - بيروت -  
لبنان.

٣١- القول المسدد في الذب عن المسند للإمام أحمد لأبي الفضل أحمد بن علي بن محمد  
بن أحمد بن حجر العسقلاني (المتوفى: ٨٥٢هـ)، الناشر: مكتبة ابن تيمية -  
القاهرة، الطبعة: الأولى، ١٤٠١هـ.

٣٢- لسان الميزان لأبي الفضل أحمد بن علي بن محمد بن أحمد بن حجر العسقلاني  
(المتوفى: ٨٥٢هـ)، المحقق: عبد الفتاح أبو غدة، الناشر: دار البشائر الإسلامية،  
بيروت، الطبعة: الأولى، ١٤٢٣هـ - ٢٠٠٢م.

- ٣٣- الجروحين من المحدثين والضعفاء والمتروكين لمحمد بن حبان بن أحمد بن حبان بن معاذ بن مَعْبَد، التميمي، أبو حاتم، الدارمي، البُستي (المتوفى: ٣٥٤هـ)، المحقق: محمود إبراهيم زايد، الناشر: دار الوعي - حلب، الطبعة: الأولى، ١٣٩٦هـ.
- ٣٤- المراسيل لأبي محمد عبد الرحمن بن محمد بن إدريس بن المنذر التميمي، الحنظلي، الرازي ابن أبي حاتم (المتوفى: ٣٢٧هـ)، المحقق: شكر الله نعمة الله قوجاني، الناشر: مؤسسة الرسالة - بيروت، الطبعة: الأولى، ١٣٩٧.
- ٣٥- المستدرك على الصحيحين لأبي عبد الله الحاكم محمد بن عبد الله بن محمد بن حمدويه بن نُعيم بن الحكم الضبي الطهماني النيسابوري المعروف بابن البيع (المتوفى: ٤٠٥هـ)، تحقيق: مصطفى عبد القادر عطا، الناشر: دار الكتب العلمية - بيروت، الطبعة: الأولى، ١٤١١ - ١٩٩٠.
- ٣٦- المسند الصَّحِيح المَخْرَج عَلَى صَحِيح مُسْلِم المؤلف: أبو عَوَانة يَعْقُوب بن إِسْحَاق الإسفرائيني (المتوفى ٣١٦هـ)، المحقق: جماعة من طلاب الماجستير والدكتوراة بكلية الحديث الشريف بالجامعة الإسلامية بالمدينة المنورة، الناشر: الجامعة الإسلامية بالمدينة النبوية، الطبعة: الأولى، ١٤٣٥ هـ - ٢٠١٤ م.
- ٣٧- المغني لأبي محمد موفق الدين عبد الله بن أحمد بن محمد بن قدامة الجماعيلي المقدسي ثم الدمشقي الحنبلي، الشهير بابن قدامة المقدسي (المتوفى: ٦٢٠هـ)، الناشر: مكتبة القاهرة.
- ٣٨- المنار المنيف في الصحيح والضعيف لمحمد بن أبي بكر بن أيوب بن سعد شمس الدين ابن قيم الجوزية (المتوفى: ٧٥١هـ)، المحقق: عبد الرحمن بن يحيى المعلمي، الناشر: دار العاصمة، الرياض، الطبعة: الثانية، ١٤١٩هـ - ١٩٩٨م.

- ٣٩- مناهج المحدثين في تقوية الأحاديث الحسنة والضعيفة للدكتور المرتضى الزين أحمد، الناشر: مكتبة الرشد الرياض، الطبعة: الأولى، ١٤١٥هـ.
- ٤٠- المنهاج شرح صحيح مسلم بن الحجاج لأبي زكريا محيي الدين يحيى بن شرف النووي (المتوفى: ٦٧٦هـ)، الناشر: دار إحياء التراث العربي - بيروت، الطبعة: الثانية، ١٣٩٢هـ.
- ٤١- ميزان الاعتدال في نقد الرجال لشمس الدين أبو عبد الله محمد بن أحمد بن عثمان بن قَايْمَاز الذهبي (المتوفى: ٧٤٨هـ)، تحقيق: علي محمد البجاوي، الناشر: دار المعرفة للطباعة والنشر، بيروت - لبنان، الطبعة: الأولى، ١٣٨٢ هـ - ١٩٦٣ م.
- ٤٢- نزهة النظر في توضيح نخبة الفكر في مصطلح أهل الأثر لأبي الفضل أحمد بن علي بن محمد بن أحمد بن حجر العسقلاني (المتوفى: ٨٥٢هـ)، المحقق: عبد الله بن ضيف الله الرحيلي، الناشر: مطبعة سفير بالرياض، الطبعة: الأولى، ١٤٢٢هـ.
- ٤٣- النكت على كتاب ابن الصلاح لأبي الفضل أحمد بن علي بن محمد بن أحمد بن حجر العسقلاني (المتوفى: ٨٥٢هـ)، المحقق: ربيع بن هادي عمير المدخلي، الناشر: عمادة البحث العلمي بالجامعة الإسلامية، المدينة المنورة، المملكة العربية السعودية، الطبعة: الأولى، ١٤٠٤هـ/١٩٨٤م.



كلية عائشة الصديقة رضي الله عنها



دارالضيافة

# مرکز السلام التعليمی

(السلام ایجوکیشنل سنٹر) شریکٹڈ جھارکھنڈ۔

## آئینہ مرکز

سن تاسیس : 1414ھ = 1993م  
مؤسس : شیخ عقیل اختر یوسف کی۔  
شعبہ تعلیم :

### (1) کلیہ ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ للہمین۔

مرحلہ تعلیم : ابتدائیہ تا فضیلت اور تحفیظ القرآن الکریم۔  
تدریسی وغیرہ تدریسی اسٹاف : 41  
تعداد طلبہ : 375

### (2) کلیہ عائشہ صدیقہ للہبات۔

تعلیمی مراحل : ابتدائیہ تا فضیلت اور تحفیظ القرآن الکریم۔  
معلمات و معلمات : 34  
تعداد طالبات : 1300  
غیر تدریسی اسٹاف : 18

### دیگر اہم شعبہ جات:

- 1۔ کفالت یتامی و یتیم گان۔
- 2۔ نشر و اشاعت۔
- 3۔ الشفاء اسپتال۔
- 4۔ مکتبہ عامہ (سنٹرل لائبریری)۔
- 5۔ تعمیر مساجد و رفاہ عامہ۔